بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

نحمدہ ونصلی وسلم علی رسولہ الکریم

اللھم صل وسلم علی رسول الکریم وآلہ الطیبین الطاھرین وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ① الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ② مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ③ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ④ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ⑤ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ⑦

یا رسول اللہ انظر حالنا　　یا حبیب اللہ اسماء قالنا

اننی فی بحرھم مغرق　　خذیدی سھل لنا اشکالنا

فدا امی وابی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللھم صل علی سیدنا مولانا محمد النبی الامی وعلی آلہ واصحبہ وبارک وسلم ۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ⑱

ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے دیدار کا عالم کیا ہوگا

کتاب بنام حضور نبی کریم رووف الرحیم

سرور کون ومکان آسرائے بے آسراں

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

واز نام پیرو مرشد خواجہ گوہر الدین قدس سرہ رضی اللہ عنہ

از جیندڑ شریف کڑیانوالہ، گجرات پاکستان

احقر العباد

از نثارالنبی از ابوعبداللہ ابوحبیب اللہ بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ





بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہٖ الطاھرین طیبین و علی سائر صحابۃ اجمعین و اولیاء العلمین و امتہٖ اجمعین ابداً ابداً بِرحمتك الرحم الرحمین یا ارحم الرحمین یا ارحم الرحمین

وَ كُنۡتُمۡ عَلٰى شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَكُمۡ مِّنۡهَا ؕ

ترجمہ: اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوتے تھے۔ بس تم کو بچا لیا۔ (سورۃ آل عمران، ۱۰۳)

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا مومنین پر جب اُن میں بھیجا رسول جو اُنہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور اُن کو پاک کرتا ہے اور اُنہیں علم کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور اِس سے پہلے وہ غافلین میں سے تھے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ﴿۵۶﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے حضور علیہ السلام پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی حضور علیہ السلام پر درود بھیجو جیسا درود بھیجنے کا حق ہے۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم اِنك حمید مجید اللھم بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی آلِ ابراھیم انك حمید مجید۔

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجوداتِ فخر نوع انسانی

تیری صورت تیری سیرت تیرا نقشہ تیرا جلوہ
تبسم گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی



دعا

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا اور جب کوئی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اِسے قبول فرماتا ہے۔

اور اے لوگو جب تم اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھو تو آؤ میرے رسول (علیہ السلام) کے در پر (ظاہری اور باطنی جس طرح ممکن ہو) اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرو، اور میرا رسول بھی تمہارے لیے بخشش مانگے تو تم اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاؤ گے۔

یا الٰہی ہم گناہوں میں لتھڑے کیچڑ میں لت پت نہایت ہی گندی حالت میں تیرے محبوب پاک ﷺ کے در پر اپنے گناہوں کی کے انبار سمیت دل سے حاضر ہیں۔ یا رسول خدا ﷺ آپ کو تو خدا تعالیٰ نے وہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ جہاں کوئی بھی آپ کا تصور کرتا ہے تو آپ کی رحمت اللعالمین اُس کو گھیرنے وہاں پہنچ جاتی ہے کیونکہ آپ علیہ السلام ہی تو رحمت اللعالمین ہیں۔ ہم پر نظر رحمت فرمائیے اور اپنے رب کے ہاں ہماری بخشش کے لیے سفارش فرمائیے اور ہمیں اللہ تعالیٰ سے معافی لے دیجئے اور ہمیں پاک فرمائیے وَيُزَكِّيهِمْ اور ہمیں علم کتاب اور حکمت عطا فرمائیے کیونکہ ہم غافلین میں سے ہیں۔

یا رسول اولین و آخرین علیہ السلام ہمارا آپ کے در کے علاوہ اور کوئی در نہیں اور خدائے پاک تک پہنچنے کا ہر ذی روح کا صرف اور صرف آپ ہی وسیلہ ہیں۔آپ علیہ السلام اپنے رب کی مخلوق پر رحم فرمائیں۔

یا رسول اللہ ﷺ اِس کتاب کو لکھنے اور اِس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کو خلق خدا تک پہنچائیں کہ اِس سے مردہ روحیں زندہ ہو جائیں۔سیاہ دل سفید ہو جائیں اور تاریکیوں کی جگہ نور آجائے اور جب کہ حق آجاتا ہے تو باطل کا سر پھوڑ دیتا ہے کیونکہ باطل تو بھاگنے والا ہے۔

یا الٰہی حضور علیہ السلام کے اور صالحین کے صدقے میں محض اپنے جود و کرم سے بخشش فرمائیے اور حضور علیہ السلام تمام امت کی بخشش فرمائیے۔آمین ثم آمین بجاہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ۔

غبار کف پائے اولیاء اللہ و راہ مدینہ

احقر العباد نثار النبی بن محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ لاہور پاکستان



پیش لفظ

ہزار بار بشویم دہن ز مشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتم کمال بے ادبی

شروع سے ہی حضور علیہ السلام کا کمال کرم زندگی کے شامل حال رہا۔ یہ میرے خدا کی مہربانی ہے۔کہ اس نے ازل میں حضور علیہ السلام کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ جب بھی حضور علیہ السلام کی سیرت پاک کا مطالعہ کرتا۔تو دل ودماغ اس میں ڈوب جاتا اور تصور و دل حضور علیہ السلام کے قدموں میں لوٹ پوٹ ہو جاتا اور جب کتاب ختم ہوتی تو دوبارہ اس کے مطالعے کو شروع کر دیتا اور جب یہ دوبار ختم ہو جاتی تو دل میں خیال آتا کہ اتنی جلدی کیوں آپ علیہ السلام کی باتیں ختم ہو گئیں ہیں تو دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ آپ کی سیرت پاک لکھنا شروع کر دوں۔تو یہ باتیں میرے دل میں گھر کر جائیں۔میں ان کی گہرائی میں گم ہو جاؤں۔ میرا دل ودماغ میں ان کی خوشبوؤں سے معطر ہوتا رہے میری آنکھوں کے سامنے آپ کا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا آتا رہے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ہر ادا میری آنکھوں میں گھومتی رہتے لیکن کیا کروں کہ ڈیڑھ سال کا تقریباً عرصہ آقا کی باتیں لکھنے کے بعد کتاب پھر مکمل ہونے کے قریب پہنچ گئی ہے۔اے میرے اللہ تعالیٰ تو تو بڑا کریم ومہربان ہے تو چاہے تو اپنے بندے کے دل پر اپنی مہربانی فرما سکتا ہے۔کہ وہ جب چاہے اپنے دل میں حضور علیہ السلام کی زیارت کر لے۔اور ان سے باتیں کر لے۔ کیوں کہ اس دنیا اور اس آخرت میں ان کے سوا اور کون ہے؟

یا اللہ تو اپنے عاشقوں کے دلوں میں تو جب چاہتا ہے۔سوراخ کر دیتا ہے جب وہ تیرا دیدار کرنا چاہیں تو اس میں سے جھانک کر تیرا دیدار کر لیتے ہیں۔

یاالٰہی تو تو قادر ہے اگر تو چاہے تو اس سوراخ میں سے تیرے محبوب کی زیارت بھی ہو جائے۔ یاالٰہی تیرا اتنا بے پایاں کرم ہے کہ اس میں سے کوئی کمی نہیں ہو سکتی ہے تو چاہے تو اس کرم کو اپنے گناہ گار بندوں پر بھی نچھاور کر سکتا ہے۔کیوں جو تو فرماتا ہے۔اسے پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔اور جو ہم کرتے ہیں۔اس کی پوچھ ہوگی۔اور خواب میں اگر حضور علیہ السلام کی زیارت ہو جائے تو یہ محض اُن کا کرم ہی ہوتا ہے اور اُس کی بخشش بھی محض اُس کے کرم سے ہی ہوگی۔



وجہ تسمیہ

ایک دن میں نے خواب میں ایک بہت ہی مہکی خوبصورت سرزمین جو میرے پیر خانہ موضع جینڈر شریف سے ملتی جلتی تھی اور جس میں چند ایک اکٹھی کھجوریں بھی اُگی ہوتی تھیں، دیکھیں اور وہاں ایک کمرا بڑا سا دیکھا اور اس کے آگے ایک احاطہ جس کی دیواریں۔ چھوٹی چھوٹی تھیں۔ اور اس کے آگے ایک گیٹ لگا ہوا تھا دیکھا۔

میں گیٹ کے اندر سے احاطہ میں سے ہوتا ہوا جب اس کمرہ کے دروازے پر پہنچا تو دل میں خیال آیا کہ اس دروازے کے اندر حضور علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ اور اس دروازے کو بڑی آہستہ اور ادب سے کھولنا چاہیے کہ کہیں آقا علیہ السلام اس دروازے کے بالکل ساتھ ہی نہ تشریف فرما ہوں۔

جب میں نے دروازہ کھولا تو آقا علیہ السلام واقعی بالکل دروازے کے ساتھ ہی آرام فرما تھے اور نیم دراز تکیہ لیے لیٹے ہوئے تھے۔ اور تہمند مبارک اور قمیض مبارک سفید رنگ پہنا ہوا تھا۔ اور اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھے نیم دراز تھے۔ میں سلام کرتے ہوئے آقا علیہ السلام کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

میری آنکھوں کے سامنے حضور علیہ السلام کے قدم مبارک اور پنڈلیاں مبارک تھیں۔ اور حضور علیہ السلام مجھے بغور دیکھ رہے تھے۔ میں نے دل میں حضور علیہ السلام کو دبانے کے لیے خیال کیا۔ تو آقا علیہ السلام کی شفقت نے مجھے اس کی اجازت مرحمت فرما دی۔ اور میں نے حضور علیہ السلام کی پنڈلیوں کو دبانا شروع کر دیا۔ آپ کی پنڈلیوں مبارک پر تقریباً گولائی میں آپ ﷺ کے سیاہ کالے رنگ کے بال مبارک الگ الگ آج بھی میری آنکھوں کے سامنے اس طرح پھرتے ہیں۔ گویا میں سورج کی تیز روشنی میں اِن کو بے حجاب دیکھ رہا ہوں اور حضور علیہ السلام کے جسم مبارک کی خنکی کو آج بھی میں محسوس کرتا ہوں اور آقا علیہ السلام کے قدموں پر ٹخنے پر ایک چھوٹا سا نشان دیکھا۔ میرے دل نے کہا کہ یہ نشان جنگ احد کے موقع پر آقا علیہ السلام کو لگا تھا۔

تھوڑی دیر آقا علیہ السلام کو دبانے کے بعد جب میں فارغ ہوا تو حضور علیہ السلام بڑی محبت وشفقت سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ اور آقا علیہ السلام نے میرا نام نثارالنبی لے کر مجھے پکارا میں اس حسین چہرے کو اور ان حسین آنکھوں کو ہر دم اپنے دل میں اترتے ہوئے محسوس کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں خیال ڈالا کہ آقا علیہ السلام کی زبان مبارک سے ادا فرمائے ہوئے الفاظ نثارالنبی کے نام پر ہی اس کتاب کا نام رکھوں اور آقا علیہ السلام کے نام ہی اس کتاب کو منسوب کروں تو

میں اِس کتاب کو اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ اور اپنے پیر و مرشد خواجہ گوہر الدین احمد قدس سرہٗ کے نام منسوب کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی بے پایاں رحمت اور حضور علیہ السلام کی رحمت العالمین کے طفیل جو دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہے اس کاوش کو اپنی جناب میں قبول فرمائے۔ اور دونوں جہان میں میری اور ہم سب کی کامیابی فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ حضور علیہ السلام کے عشق پر اور اللہ جل شانہٗ کی مست کر دینے والی اور ہر چیز سے بے نیاز کر دینے والی محبت میں فرمائے اور ہمیں حضور علیہ السلام کے نقش قدم پر ثابت قدم فرمائے آمین۔ بجا نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

کہاں میں کہاں یہ قسمت تیرے در پہ کھینچ لائی
کبھی خود کو دیکھتا ہوں کبھی تجھ کو دیکھتا ہوں

کہ آقا کی نظر کرم کا کرم ہو گیا۔

احقر العباد کف پائے اولیاء اللہ
غبار کوئے دو جہاں حضور ﷺ
نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ



بشکریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحِیم ○

سب تعریفیں اللہ جل شانہٗ کے لیے ہیں۔ جس نے ہمیں محض احسان فرماتے ہوئے حضور نبی کریم رووف الرحیم ﷺ کی اُمت کے لیے منتخب فرمایا۔ جن کے لیے کائنات کی ایک ایک چیز بنائی گئی اور جو شفیع اولین و آخرین ہیں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام جن کی خبر دیتے آئے جو تمام جہانوں کے لیے رحمت اللعالمین ہیں۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:

مَنۡ لَّمۡ یَشۡکُرِ النَّاسِ لَمۡ یَشۡکُرِ لِلّٰہِ۔

ترجمہ: جو انسان کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکریہ نہیں ادا کرسکتا۔

؎ از طاعت الٰہی دیدن جمال احمد ﷺ

وَ از حب مصطفائی دریافتم خدارا

میں اپنے پیر و مُرشد خواجہ گوہر دین احمد قدس سرہٗ رحمت اللہ متوفی ۱۹۵۲ء سکنہ جینڈ شریف نزد کڑیانوالہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے حضور نبی کریم رووف الرَّحیم علیہ السلام کی چوکھٹ پر پہنچایا۔ جن کا سلسلہ مبارک اویسیہ چشتیہ ہے۔ جن کے صدقے میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سیدنا طانوح علیہ السلام و سیدنا آمنون علیہ السلام موضع شیخ چوگانی نزد ہیڈ مرالہ گجرات اور سیدنا حضرت موسیٰ حجازی علیہ السلام موضع گجگر ال نزد بھاگوال ہیڈ مرالہ روڈ گجرات اور سیدنا حضرت صفدان علیہ السلام موضع ریحان نزد پل بھاگووال اور سیدنا حضرت نعماطوس علیہ السلام موضع کمالہ چک جوسرائے مرالے نزد کڑیانوالہ گجرات سب کی روحانی مدد بہت زیادہ شامل حال رہی۔

اور میں اپنے والدین اور دادا جان صوفی محمد چراغ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے پیر و مرشد کے در پر پہنچایا، جو عالم شیر خوارگی میں بھی اِن اللہ رب العزت کے دروازوں پر مجھے لے کر جاتے رہے۔

اور میں شکریہ ادا کرتا ہوں ہمارے پیر و مُرشد کے بڑے پوتے قبلہ میاں محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو اپنے دادا

جان کی طرح ظاہری سخاوت اور باطنی سخاوت دونوں میں مشہور تھے اور جن کی ہر طرح کی معاونت ساری زندگی ہمارے شاملِ حال رہی اور شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ہمارے پیر و مُرشد کے دوسرے پوتے پیر حبیب اللہ صاحب جو کہ ایک نہایت درویش تھے اور ہمیشہ اپنی نفی فرماتے رہے اور تیسرے پوتے پیر یوسف صاحب جو اِس وقت گدی نشین ہیں جن کا کام تمام مزارات اور مساجد کی تعمیر اور انہی جگہوں پر آنا جانا اور لنگر کی خدمت اور خدا اور اُس کے رسول علیہ السلام کی باتیں کرنا ہے۔

اور دوبارہ میں اپنے دادا حضور صوفی محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو کہ ایک نہایت کامل ولی تھے لیکن ساری زندگی اپنے آپ کو ظاہر نہیں فرمایا اور ہماری تربیت فرماتے رہے اور دنیا کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر پر رکھا اور اپنے والد صاحب صوفی محمد ریاض صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا اور اپنے حبیب پاک ﷺ کا درد محبت عطا فرمایا اور جنہوں نے باوجود عسرت حالی کے اپنے کثیر بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی اور ساری زندگی اُنہیں کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دی اور جو تا حال مہربانی فرما رہے ہیں اور اپنی والدہ ماجدہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو نہایت ہی درویش پاکیزہ پردہ دار صبر و استقامت والی خاتون ہیں اور جنہوں نے میرے نیک اور متقی بھائیوں اور بہنوں کو جنم دیا ہے اور خاص کر بھائی حبیب الرحمان جو کہ ایک صوفی انسان ہیں۔

اور میں شیخ الحدیث صاجزادہ بشیر الدین صاحب قمر العلوم گجرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو کہ تقریباً چونتیس سال سے اپنی محبتوں سے سرفراز فرما رہے ہیں اور دورانِ تحریر سیرت النبی ﷺ اِن کا اور اِن کے بیٹے قبلہ ظہیر الدین صاحب جو کہ قدم بقدم مجھے حوصلہ دلاتے رہے اور رہنمائی فرماتے رہے۔

اور شیخ الحدیث قبلہ مولوی محمد خاں صاحب مہتمم الفاروق اسلامک یونیورسٹی کلووال سیالکوٹ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو اپنے سب کام چھوڑ کر میری ساری کتاب کو لفظ بہ لفظ پڑھ پڑھ کر میری تصحیح فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اور میں حاجی ملک محمد بوستان صاحب صدر پاکستان کرنسی ایسوسی ایشن و ڈائریکٹر پاکستان کرنسی ایکسچینج کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی شفقت اور بہت زیادہ مالی معاونت ہمارے ساتھ رہی اللہ تعالیٰ اِن کو دونوں جہانوں میں سُرخرو فرمائے۔ آمین!!

اور میں اخوت پاکستان کے ڈائریکٹر محترم محمد سلیم رانجھا صاحب جو کہ پرائم منسٹر ہاؤس میں بائیسویں گریڈ کے آفیسر ہیں اور شیخ جوگانی شریف کے ہمارے پیر بھائی ہیں اور جن کے بزرگ قبلہ حافظ صاحب سکنہ وان میانا سرگودھا موضع شیخ چوگانی حاضری دیتے رہے ہیں اور جو دس پندرہ سال سے ہمارے ساتھ محبت فرما رہے ہیں اور جن کے تعاون اور مالی معاونت کے ساتھ یہ کتاب مکمل ہوئی۔

اور خاص کر قبلہ پیر کرم شاہ صاحب الازہری جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے عمرہ ادا کرنے کی سعادت عطا فرمائی اور جنہوں نے کعبے شریف کا پردہ ایک ہاتھ میں پکڑ کر اور دوسرے ہاتھ سے مجھے پکڑ کر صحن کعبہ میں میرے لیے اور پوری امت

مسلمہ کے لیے دعا فرمائی اور جن کی کتاب ضیا النبی جو کہ سیرت النبی علیہ السلام کی بہت بڑی ایسی مدلل کتاب ہے جو کہ عشق نبی علیہ السلام سے بھرپور ہوئی ہوئی ہے سے ہر لحظہ میں اِستفادہ کرتا رہا اور قبلہ پیر کرم شاہ صاحب نے جرمنی سے پاکستان آتے ہوئے میرے بھائی صوفی حبیب الرحمان کو دس دن مسجد نبوی علیہ السلام میں اپنے ساتھ اعتکاف بٹھایا۔

اور میں خاص کر دوسرے حضرات مؤلف سیرت النبی علیہ السلام۔ابن اسحاق اور ابن ہشام اور دوسری تمام سیرت النبی علیہ السلام کے مؤلفین کا غائبانہ شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اِن سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین!!

اور تمام علماء اکرام اور اساتذہ شیخ الحدیث جنہوں نے میری کتاب کی تصحیح فرمائی اور چیک کیا کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

احقر العباد نثار النبی ابو عبداللہ و ابو حبیب اللہ بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ، لاہور، پاکستان



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

ابتدائے کتاب

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علی رسول الکریم رءوف رحیم و علی آلہٖ و اصحابہ و اولیاء امتہ اجمعین۔

بعثت نبوی علیہ السلام سے قبل دنیا کی حالت

اسلام کا معنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے اپنے آپ کو جھکا دینا ہے۔ اور اس دنیا میں آنے والے سب سے پہلے مسلمان مرد حضرت آدم علیہ السلام اور مسلمان عورت حضرت حوا ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو بھی اسلام کی تعلیمات کو پھیلانے کا حکم دیا۔ اور اس طرح اسلام دنیا میں پھیلتا گیا۔

لیکن شیطان نے بھی اپنا کام کرنا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ وہ ہر وقت انسان کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے مطابق شیطان جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ مگر جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے۔

ترجمہ: القران: میرے بندوں پر اس کا زور نہیں ہے۔

اللہ جل مجدہ نے کائنات کا نظام چلانا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کو اس لیے پیدا فرمایا۔

القرآن: خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ

ترجمہ: زندگی اور موت کو اس لیے پیدا فرمایا تاکہ تمہیں آزمایہ جائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ (سورۃ ملک، ۲)

اللہ جل شانہٗ کی معشیت کے بغیر ایک درخت کا پتہ بھی حرکت نہیں کر سکتا ہے۔ اور اس کی مشیت اس کے حکم پر غالب ہے۔

اللہ جل شانہٗ نے کائنات کا نظام چلانا تھا تو یہ سب کچھ پیدا فرمایا۔ ورنہ کس کی طاقت ہے کہ اس عظیم بادشاہ کی نافرمانی کر سکے۔

القرآن: وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدٰاھَا ؕ

ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو ہدایت عطا فرما دیتے لیکن ہماری بات سچ ہے۔ کہ میں جنوں اور انسانوں سے

دوزخ کو بھردوں گا۔ 

کیونکہ وہ مالک المُلک ہے۔ ہرکوئی اس کے در کی خیرات کا طالب ہے۔ وہ جس طرح چاہے کرتا ہے۔کوئی اسے پوچھنے والا نہیں ہے۔اور ہم جو کرتے ہیں اس کی پوچھ ہوگی۔

فرشتوں کو دیکھیں ان میں کس گناہ کی کسی سرکشی کی خواہش ہی نہیں ہے۔

اللہ جل شانہٗ نے انسان کے نفس کو تین حالتوں میں پیدا فرمایا ہے۔

① نفس امارہ، اس کو برائی کا حکم کرتا ہے۔مگر جس پر اس کے رب کا رحم ہو جائے وہ برائی سے بچ سکتا ہے۔

② نفس لوامہ، نفس کی اس حالت میں نفس کبھی کبھی پرانی بُرائی کی عادت کا اعادہ کرتا ہے۔

③ نفس مطمئنہ، نفس اِس حالت میں اللہ جل شانہٗ کے آگے اپنا سَر ڈال دیتا ہے۔اس کے ہر حکم کی اطاعت دل سے کرتا ہے اور وہ اپنے رب سے اس کے ہر ہر حکم پر اس کی ہر ہر تقدیر پر راضی ہو جاتا ہے۔اور یہ نفس کا آخری درجہ ہے۔اور اس نفس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں داخل فرما لیتے ہیں۔اور اس نفس کو اللہ تعالیٰ اپنی جنت میں جو اس کی رضا کا مقام ہے۔میں داخل فرما لیتے ہیں۔

کیونکہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بدی دونوں کو پیدا فرمایا ہے۔

اللہ جل شانہٗ نے کیوں کہ وہ مالک ہے۔جس طرح چاہے فرمائے کچھ لوگوں کو جنت کے لیے پیدا فرمایا اور ان کے لیے اعمال صالحہ کو آسان فرما دیا۔

اور کچھ لوگوں کو دوزخ کے لیے پیدا فرمایا۔اور ان لوگوں کے لیے اعمال صالحہ کو مشکل بنا دیا۔

اللہ جل شانہٗ شقاوت قلبی سے ہر ایک کو بچائے۔ہم اس کی نافرمانی و سرکشی سے حضور علیہ السلام کے طفیل اسی کی پناہ چاہتے ہیں۔

اس کی تقدیر کے آگے بڑے سے بڑے لوگ بھی لرزہ براندام ہیں عام لوگوں کا بنیادی طور پر نفس سرکش واقع ہوا ہے اور شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔اور وہ اس کو بُرائی پر اُبھارتا ہے۔

اور اللہ جل شانہٗ نے انسانوں کو ہدایت دینے کے لیے انبیاء اکرام علیہم السلام اور اس کے بعد اولیاء کرام کو بھیجا ہے۔تاکہ مخلوق کو ہدایت عطا فرما سکیں۔

اور ہر چیز نے فنا ہونا ہے۔سوائے (اللہ تعالیٰ کے امر کے) اس کے منہ کے۔

القرآن: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

آخر کار سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوتا ہے۔ اور وہ سب کو ان کے اعمال کا بدلہ عطا فرمائے گا۔ ۳۵

نیکی بدی کی قوتیں انسان کی پیدائش کے ساتھ میں چلی آ رہی ہیں اور قیامت تک رہیں گی۔ کیونکہ شیطان کو بھی اللہ شانہٗ نے قیامت تک مہلت دے رکھی ہے۔

جب آہستہ آہستہ لوگ زیادہ ہوتے گئے تو جن کے دل میں ایمان نہیں تھا۔ وہ شطان کے ہتھے چڑھتے گئے اور انہوں نے انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات کو بُھلا نا شروع کر دیا۔ تو کسی نے چاند سورج ستاروں کی پرستش شروع کر دی۔ کوئی آگ کو پوچنے لگا۔ کسی نے درختوں اور سانپوں وغیرہ کی پرستش شروع کر دی اور کوئی خود خدا بن بیٹھا اور مخلوق کو اپنی پرستش کا حکم دینے لگا۔

اللہ جل شانہٗ کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے بلکہ لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے مخلوق پر رحم کھاتے ہوئے مخلوق کی ہدایت کے لیے انبیاء علیہ السلام کو ہر قریہ ہر بستی میں بھیجا۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (القرآن)

ترجمہ: ہم نے ہر ہر قوم میں اپنا ہدایت دینے والا بھیجا۔ اور ہر ہر نبی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بن کر بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے تشریف لاتے رہے۔ لیکن ہر ہر نبی علیہ السلام اپنی اپنی قوم کے نبی بن کر تشریف لائے۔

لیکن حضور علیہ السلام تمام بنی نوع انسانوں کے لیے اول سے لے کر تا قیامت تک کے لیے نبی علیہ السلام بن کر تشریف لائے ہیں۔

القرآن: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۸

ترجمہ: اور (اے نبی علیہ السلام) ہم نے آپ کو تمام ہی انسانوں کے لیے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔ (سورۃ سبا، ۲۸)

اور حضور علیہ السلام تمام دنیا کے لیے پیغمبر بن کر تشریف لائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر انبیاء علیہ السلام اجمعین کم و بیش مبعوث فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ کے چند مشہور پیغمبروں علیہ السلام اجمعین کے نام یہ ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام	حضرت نوح علیہ السلام
حضرت ہود علیہ السلام	حضرت صالح علیہ السلام
حضرت ابراہیم علیہ السلام	حضرت اسماعیل علیہ السلام
حضرت اسحٰق علیہ السلام	حضرت یعقوب علیہ السلام
حضرت یوسف علیہ السلام	حضرت لوط علیہ السلام



حضرت ایوب علیہ السلام	حضرت شعیب علیہ السلام
حضرت موسیٰ علیہ السلام	حضرت ہارون علیہ السلام
حضرت داؤد علیہ السلام	حضرت سلیمان علیہ السلام
حضرت الیاس علیہ السلام	حضرت زوالکفل علیہ السلام
حضرت یونس علیہ السلام	حضرت زکریا علیہ السلام
حضرت یحیٰ علیہ السلام	حضرت عیسی علیہ السلام

ان کے علاوہ حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت قنبیط علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت طانوح علیہ السلام حضرت آمنون علیہ السلام حضرت موسیٰ حجازی علیہ السلام حضرت صفدان علیہ السلام ہیں ۔علاوہ حضرت نعماطوس علیہ السلام بھی ہیں یہ انبیاء علیہ السلام شیخ چوگانی موضع ریحان ہیڈ مرالہ روڈ اور دریا چناب کے کنارے پر واقع ہیں ۔قران پاک میں بھی چند ایک جلیل القدر انبیاء علیہ السلام کا نام آیا ہے ۔ نبی اسرائیل میں حضرت عیسی علیہ السلام تمام پیغمبروں میں آخر میں تشریف لائے اور اس کے بعد پانچ سوستر سال تک کوئی نبی تشریف نہیں لاتے اور پھر حضور علیہ السلام آخری نبی علیہ السلام بن کر تشریف لائے ۔اور اولین و آخر پن کائنات کی ہر ہر شی کیے لیے حضور علیہ السلام رحمت بن کر تشریف لائے ۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لے رحمت بنا کر بھیجا ہے ۔

سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور علیہ السلام تک کئی ہزار سالوں تک دنیا نے بہت سے نشیب و فراز دیکھے ۔ بے شمار انقلابات سے دنیا گزری بعض بد بخت قومیں صفحہ ہستی سے عذاب الٰہی کی بنا پر مٹ گئیں ۔لیکن بہت سی قوموں نے اپنے انبیاء علیہ السلام کی دعوتوں کو قبول بھی کیا۔ اور ایک خدائے وحدلاشریک کی پرستش بھی کرتے رہتے ۔حضرت نوح علیہ السلام کے وقت تو تمام دنیا ہی پانی سے بھر گئی ۔اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے ختم ہوگئی ۔ پھر اس کی رحمت جوش میں آئی اور وہ لوگ اور باقی جوڑے جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں بچا لیا تھا۔ سے پھر نسل انسانی چلی اور دوسری نسلیں چلیں ۔

چھٹی صدی عیسوی میں تو تمام دنیا کی قوموں کی یہ حالت تھی کہ وہ کفروشرک کی دلدل میں پھنسی ہوئیں تھیں اور انبیاء اکرام علیہ السلام اجمعین کی تعلیمات کو یکسر بُھلا دیا ہوا تھا۔اور ان میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوگئی ہوئی تھیں ۔

مصر، روم، شام، یمن، میں اور کئی اور مما لک میں عیسائیت تھی ۔لیکن ان بدبختوں نے انجیل میں تحریف کر کے تین خدا بنا لیے ہوئے تھے ۔اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا کہتے تھے ۔اور روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھی (نعوذ باللہ) خدائی صفات کا حامل بتاتے تھے ۔اور بعض لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے بُت اور

تصاویر بنا کران کی پوجا کرتے تھے۔ 

اس کے علاوہ یہودی بھی تھے۔جنہوں نے اپنی توریت میں تبدیلیاں کرلی ہوئی تھیں۔اگرچہ یہ تمام انبیاء علیہ السلام کو مانتے تھے۔لیکن ان میں جھوٹ دھوکہ سودخوری عام تھی۔ایران کے لوگ مجوسی تھے۔اور آگ کی پرستش کیا کرتے تھے۔وسط ایشیاء میں اور چین میں بتوں کے علاوہ آگ، پانی، مگرمچھوں سانپوں اور چاندسورج ستاروں کو پوجا جاتا تھا۔ہندوستان کے لوگ بھی بت (دیوی دیوتا) بنا کران کی پوجا کرتے۔ان کے علاوہ یورپ کے اکثر لوگ اُجڈگنوار تھے۔ان کا کوئی دین مذہب نہیں تھا۔اس طرح روس وغیرہ میں بھی بعض لوگ دہریے قسم کے تھے۔جو خدا کو (نعوذ باللہ) مانتے ہی نہیں تھے۔ ہرطرف برائی پھیلی ہوئی تھی۔

القرآن: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (سورۃ روم ۴۱)

ترجمہ: یعنی خشکی اورتری میں کوئی جگہ باقی نہیں رہی تھی۔جہاں لوگوں کی بداعمالی کی وجہ سے فساد نہ پھیلا ہو۔''

دنیا کا جاہلی معاشرہ

حضور علیہ السلام کی آمد سے پہلے پوری دنیا میں جہالت پھیلی ہوئی تھی۔

القرآن: وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿۱۶۴﴾ (آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: اور (حضور علیہ السلام کے تشریف لانے سے پہے قوم صریحی گمراہی میں بھٹک رہی تھی۔)

ایران:

ایران میں دراصل آریہ لوگ آباد تھے ۔اس لیے یہ ایران کہلاتا تھا۔ یہ بلوچستان کچ مکران، کرمان، غور بامیان ہندوکش۔سیستان، ازبکستان، خراسان ماوراء انہر رشت، اصفہان، مازندران۔استرآباد گرگان فارس خوزستان۔افغانستان کابلستان۔ پنجاب، کروستان۔شیروان۔ بابل، موصل اور دیاربکر پرمشتمل تھا۔(دائرہ معارف اسلامیہ ۶۴۷) (ضیاالنبی ۱۔۳۷)

یہ ساسانی خاندان کی حکمرانی کا عہد تھا۔اس کا موسس اول اردشیر تھا۔اس نے ۲۸ اپریل ۲۲۴ء میں میں طیسفوں کو فتح کیا۔اوراس نے ساسانی خاندان کے جانشین ہونے کا دعوی کی۔اس طرح ساسانی خاندان کی حکمرانی کا آغاز ہوا۔ایرانی لوگ اس وقت مظاہر پرستی کا شکار تھی۔روشنی شفاف آسمان آگ ہوائیں حیات بخش بارشیں ان سب کی معبود کی طرح پرستش کی جاتی تھی۔جب کہ ظلمت اورقحط سالی کوملعون دیوتا تصور کیا جاتا تھا۔

اس مشرکانہ نظام میں آسمان کو آنکھ کہا جاتا تھا۔اور روشنی کو آسمان کا فرزند آسمان دیوتا وارونا جسے یونانی لوگ ''یورانس'' کہتے تھے اس کو سب سے بڑے خدا کی حیثیت سے پوجا جاتا تھا۔اس کے علاوہ ستھرا جو روشنی کا دیوتا تھا۔اس کی بھی پوجا

کی جاتی تھی۔ وارونا اور ستھرا کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ انسانوں کے دلوں کے حالات اور ان کے اعمال کا مشاہدہ کرتے اور وہ دونوں سب کچھ دیکھنے والے ہیں۔ (دی ہسٹری آف پرشیا ۱۰۰ ضیاالنبی ۱۔ ۳۹)

اس دور میں زرلشت کی پیدائش آزر بائیجان کے صوبہ پورومیا میں جھیل کے مغربی کنارے پر ایک قصبہ میں ہوئی۔ اس نے ایک خدا کی پرستش کی بنیاد ڈالی ابتدائی دس سالوں میں اس پر صرف ایک شخص ایمان لایا پھر یہ ایران کے مشرقی صوبہ خراسان میں آیا اِس جگہ اِس کی ملاقات یہاں کے حکمران وستاسپ سے ہوئی وہ اس پر ایمان لے آیا۔ اور اس سے قبل اس کی ملکہ اس کے وزیر کے دولڑکے اس پر ایمان لائے تھے۔ اور اس طرح اس کے لائے ہوئے مذہب کو یہاں پر بہت ترقی ملی۔

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی کو یہ اپنی زبان میں اھورمزدا یا آرمز کہتے تھے۔ اس کا معنی سب کچھ جاننے والا۔ خداوند برتر اور ساری دنیا کا پیدا کرنے والا ہے۔

پھر لوگوں نے اس کے عقیدہ کو رفتہ رفتہ ترک کر دیا اور آرمز کی پرستش کے ساتھ ساتھ دیگر چھ اور مظاہر قدرت کی بھی پرستش کی جانے لگی۔ قوم نے آہستہ آہستہ اپنی عبادت گاہوں میں بتوں کو بھی سجالیا۔

اس طرح زرتشت نے اپنی قوم کو جس گمراہی سے نکالا تھا یہ پھر اس میں جا گری۔

(ہسٹری آف پرشیا ۱۰۷)(ضیاالنبی ۱۔ ۴۲)

یہ وہ دور ہے۔ جب بابل کے بادشاہ نے یہوداء کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا تھا۔ اور یروشلم کے لاکھوں یہودیوں کو اسیران جنگ کی حیثیت سے بابل لے آیا تھا۔ اور وہ پچاس سال تک جنگی قیدیوں کی طرح بابل میں غلاموں زندگی بسر کر تے رہے تھے۔ اور یہی پچاس سال زرتشت اپنے عقائد کی تبلیغ میں مصروف رہا۔

زرتشت کے نزدیک اھورمزدا یا آرمز اچھی اور سفید چیزوں کا خالق تھا۔ جیسے بیل، کتا، اور مرغ (کتے کو ان کے مذہب میں ایک خاص حیثیت حاصل تھی۔) اور بُری چیزوں کا خالق اھرمن (یعنی برائی کا خدا) تھا۔ جیسے درندے سانپ۔ مکھیاں کیڑے مکوڑے وغیرہ۔ اور مضر چیزوں کو مارنا ثواب تھا۔

یہ لوگ کتے کو اپنے بیوی بچوں پر بھی فوقیت دیتے تھے۔ جانوروں میں ان کو اود بلا یعنی دریائی بلی کو خاص تقدس حاصل تھا۔ اور اس کو مارنے کی سزا دس ہزار کوڑے تھے۔ اتنی بڑی سزا کسی اور چیز کے لیے نہیں تھی۔

یہ لوگ آگ کو بہت مقدس خیال کرتے تھے۔ اور ان کا پروہت اپنے منہ کو لپیٹ کر آگ کی پرستش کرتا تا کہ اس کے سانس سے آگ آلودہ نہ ہو۔ ان کے نزدیک بیمار انسان قابل نفرت ہو جاتا تھا۔ کیونکہ بیماری اس چیز کی نشانی تھی کہ اس پر بری قوتوں نے غلبہ پالیا ہے۔ اور یہ لوگ گائے کے پیشاپ سے جگہ کو پاک کرتے تھے۔

جب کوئی زرتشتی مرنے کے قریب ہوتا تھا۔ تو روٹی کا ایک ٹکڑا اس کے اوپر رکھ دیا جاتا تھا۔ اور ایک کتے کو اس کے قریب کر دیا جاتا تھا۔ اگر وہ کتا اس روٹی کے ٹکڑے کو کھالیتا تھا۔ تو سمجھا جاتا تھا کہ یہ مرگیا۔

یہ لوگ اس کو زمین میں دفن نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک یہ مٹی پاک تھی اور مُردہ دفن کرنے سے یہ پلید ہو جاتی تھی۔ یہ اس کو آگ میں بھی نہیں جلاتے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک آگ بھی اس مردے کی آلاشوں سے پلید ہو جاتی تھی۔ یہ لوگ اس کو گہرے کنویں (دخمہ) میں لٹکا دیتے تھے۔ اور گوشت خور پرندے یعنی چیلیں، کوے، گرجیں وغیرہ اِس کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتی رہتی تھی۔

مرنے والے آدمی کے پاس یہ لوگ ایک رسم کرتے تھے کہ ایک زرد رنگ کے کتے کو اس کے پاس لاتے یا سفید رنگ کے ایک کتے کو جس کے کان کھڑے ہوں اس رسم کو یہ لوگ ''سگرید'' کہتے تھے۔ اس طرح ان لوگوں کا خیال تھا۔ کہ کتے کے دیدار سے شیطان مرنے والے کے اندر نہیں داخل ہوسکتا ہے۔ (ہسٹری آف پرشیا ۳۔ اضیاالنبی ا۔ ۴۵)

ڈاکٹر آرتھر کے مطابق ساسانی نظریہ کے مطابق خدائے اصلی یعنی زروان ہزار سال تک قربانیاں دیتا رہا تاکہ اس کے بیٹا پیدا ہو۔ جس کا نام مزدا رکھے۔ لیکن ہزار سال کے بعد اس کے دل میں شک پیدا ہونا شروع ہوا کہ اس کی قربانیاں کا اثر نہیں ہوا۔ تب اس کے دو بیٹے پیدا ہو گئے۔ ایک اس کی قربانیوں کا نتیجہ یعنی اھورمزدا اور دوسرا اس کے شک کا نتیجہ ''اھرمن''۔ اور اس طرح کے اور بہت سے بے سرو پا اور لغو عقیدے ان میں موجود تھے۔

اخلاقی لحاظ سے بھی ایرانی لوگ نہایت کسم پُرسی کا شکار تھے۔ ان میں اپنی بیٹی اور بہن کو اپنی منکوحہ بنانا معمولی بات تھی۔ اور اپنی بیوی کو اپنے دوست کے حوالے کرنا پسندیدہ فعل تھا۔ زنا۔ بدکاری کا عام رواج تھا۔ شراب کھلے عام پی جاتی تھی۔

پھر ان لوگوں میں یزدک پیدا ہوا اس نے یہ اعلان کر دیا کہ تمام انسان آپس میں برابر ہیں۔ اور تمام جائیدادیں اس نے مشترک قرار دے دیں کیونکہ ان سے ہی طبقاتی ناہمواری پیدا ہوئی تھی۔ دوسرا اس نے تمام عورتوں کی ملکیت ختم کر دی۔ ہر کوئی دوسری عورت سے متمتع ہوسکتا تھا۔ لوگ اس کے گروہ میں جوق در جوق داخل ہونے لگے۔ اور ایک عرصہ بعد یہ حالت ہو گئی کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو اور کوئی باپ اپنے بیٹے کو نہیں پہنچانتا تھا۔ (ارکامل فی التاریخ الدین اثیر ا۔ ۴۱۴۔ ۴۱۳ ضیاالنبی ا۔ ۹۱)

ایرانیوں میں بہت ظالمانہ قسم کی سزائیں دی جاتی تھی۔ پگھلی ہوئی دھات ان کے سینوں پر انڈیل دی جاتی تھی گندھک ملا پانی پلایا جاتا اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری جاتیں تھی اور جسم کی آدھی کھال اُتروادی جاتی تھی کبھی کانوں آنکھوں میں پگھلا سیسہ ڈال دیا جاتا۔ اور کبھی زبان کھینچ لی جاتی تھی۔ بعض لوگوں کی پیشانی اور چہرے کی کھال کھینچ لی جاتی۔ زخموں پر لیموں، نمک اور سرکہ چھڑکے جاتے اور باقی جسم میں سلاخیں چھبوئی جاتی تھیں یہاں تک کہ یہ لوگ مر جاتے۔ علاوہ ان کو آپ پر اپنے آگ کو بے گناہ ثابت کرنے لیے جلایا جاتا تھا۔ (ایران مجد ساسانیاں ۴۰۴ تا ۴۰۷ ضیاالنبی ا۔ ۹۷)

یونان

حضور علیہ اسلام کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے چونکہ ایران کے بعد روم دنیا کی دوسری بڑی طاقت تھی۔ اور رومی

لوگ یونانیوں کے جانشین تھے ۔اس لیے یونانیوں کا تذکرہ ضروری ہے ۔

یونان بحر روم کے شمالی ساحل پر واقع ہے ۔ یہ مختلف پہاڑوں کے سلسلوں کا مجموعہ ہے ۔جن کے درمیان وادیاں ہیں کیونکہ راستے نہایت دشوار گزار تھے ۔اس لیے آمدورفت نہایت مشکل تھی ۔اور مواصلات کا نظام ناقص تھا۔اس لیے یہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ایک بڑی ریاست کا فقدان تھا۔زراعت صرف وادیوں میں اتنی ہوتی تھی کہ وہاں کے لوگ کھا سکیں یہاں بحری قزاقی عام تھی۔

سکندر اعظم نے مقدونیہ کی چھوٹی سی ریاست کو وہ عروج بخشا کہ یونان کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں ان کے زیرنگیں ہو گئیں ۔اور یہ ساری دنیا کو فتح کرتا ہوا پنجاب تک چلا آیا۔اور یونان ایک بہت بڑی سلطنت بن گیا۔

یہ لوگ دیوتاؤں پر یقین رکھے تھے ۔ دیوتاؤں کا ایک وسیع خاندان یہ مانتے تھے ۔اور ان لوگوں کے مطابق دیوتاؤں کا یہ خاندان کوہ اولیمپش کی برف پوش وادیوں پر رہتا تھا ان کے مطابق اس خاندان کا سربراہ ’’زیوس‘‘ تھا اور ’’ہیرا‘‘ ان کی بیوی تھی ۔جن کے ہاتھ میں تمام بادشاہت تھی ۔

سمندروں کے دیوتا کا نام ’’پوسیڈن‘‘ تھا ۔ یہ دیوتا انسان کی زندگی میں مداخلت کرتے تھے ۔اسلحہ بنانے کے دیوتا انسان کی زندگی میں مداخلت کرتے تھے ۔اسلحہ بنانے کے دیوتا کا نام ’’ہیفاسٹاس‘‘ تھا۔سورج کو ’’اپولو‘‘ کنٹرول کرتا تھا۔اور یہ لوگ جب تک اپولو سے شگون نہ لے لیتے جنگ شروع نہ کرتے تھے۔ ’’اپولو‘‘ کا اصل مرکز ڈلفی‘‘ تھا وہاں پر ایک پجارن ایک شگاف کے اوپر ایک تپائی رکھ کر بیٹھ جاتی اور مبہم الفاظ ادا کرتی ۔جسے ایک پجاری دوسرے لوگوں تک مبہم ترجمہ کر کے بیان کرتا۔ یہ ان کے مقدروں کا شگون تھا۔

حکمت کی دیوی اپتیھنیا تھی ۔ یہ انسان کو عقل عطا کرتی تھی ۔

جنگ کے دیوتا کا نام ’’ایریز‘‘ تھا۔اس کی مدد کے بغیر فتح نہیں کی جا سکتی تھی ۔اور ان کے محبت کی دیوی اپفروڈائٹ تھی ۔ ’’ونتر‘‘ دیوی ان کی زراعت کو چلاتی تھی ۔

یہ لوگ اپنی شکلوں میں انسانی قربانی کرتے تھے ۔ یہ لوگ زیادہ بچوں کی پیدائش کو روکتے تھے ۔اور کثرت اولاد سے بچنے کے لیے موگوں کو ہم جنس پرستی کی ترغیب دیتے تھے ۔(تاریخ تہذیب ۸۶ ۔ضیاالنبی ا ۔۱۰۸)

ان لوگوں میں سود کی لعنت بہت بڑی تھی ۔اور جو قرض ادا نہیں کر سکتا تھا۔ یہ اس کو اپنا ملازم بنا لیتے تھے ۔

یہ لوگ بیمار لوگوں کو یا جسمانی عیب دار لوگوں کو ویرانے میں پہاڑ کے دہانے پر چھوڑ آتے تا کہ درندے وغیرہ ان کو کھا لیں ۔

عورتوں کو کوئی سیاسی حقوق حاصل نہیں تھے ۔ ان کا کام صرف گھر تک ہی محدود تھا۔ ان کا کام گھروں میں کھانا پکانا یا بچوں کی پرورش تھی ۔

غلاموں سے جانوروں جیسا کام لیا جاتا تھا۔ ارسطو جیسا فلاسفر غلاموں کے بارے میں کہتا ہے کہ غلام ایک آلہ ہے جس میں جان ڈال دی گئی ہو۔ (ضیاالنبی ا۔ ۱۱۰)

آپ خود انصاف کریں۔ جن کے بڑے بڑے فلاسفر اور محقق انسانیت کے بارے میں یہ خیالات رکھیں۔ یعنی غلاموں کو مشینیں سمجھیں۔ جن میں جان ڈال دی گئی ہو۔ جس میں نہ کوئی احساس ہو۔ نہ کوئی اس کی اپنی خواہشات ہوں تو دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ افلاطون جیسا آدمی کہتا ہے۔ کہ شہر کو تین طبقوں میں تقسیم کرنا چاہیے۔ حکام۔ لشکر۔ عوام الناس۔

پہلے حکمران طبقے کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے اور انہیں روپے پیسے وغیرہ کی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ اور ان تمام لوگوں کے لیے چھٹی والے دن ایک جگہ عورتیں ہونی چاہیں۔ جن سے یہ بچے پیدا کرسکیں۔ لیکن کسی کو یہ پتہ نہ ہو کہ ان کا باپ کون ہے۔ اور نہ ماؤں کو پتہ ہو کہ ان کی اولاد کون ہے۔ سب اولاد کو اکٹھا یہ عورتیں دودھ پلا کر بڑا کریں۔ اور کسی میں کوئی تمیز نہ کریں۔

اور اگر یہ اولاد ضرورت سے زیادہ ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے اور وہ بیمار جو ٹھیک نہ ہو رہا ہو اور بد اخلاق لڑکا اس کو بھی قتل کر دیا جائے۔ (کتاب الجمع ۱۸ ضیاالنبی ا۔ ۱۱۲۔ ۱۱۱)

اور اس کا شاگرد ارسطو اس کی تردید کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ مشترکہ ماں باپ کی اولاد پیدا کرنے سے باہمی محبت و پیار کا دائرہ ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ جو بچہ سب کا ہوتا ہے۔ وہ کسی کا بھی نہیں ہوتا۔ اور مزید یہ کہتا ہے۔ کہ یہ یونانی لوگ پوری اقوام عالم کے سردار ہیں۔ اور باقی تمام قومیں اِن کی غلام ہیں۔ اور اس کے نزدیک قانون تمام اہل ملک کے لیے یکساں نہیں ہوتا حکمران طبقہ کے لیے کوئی قانون نہیں بنایا جاسکتا۔ بلکہ یہ لوگ بذات خود قانون ہیں اور یہ کھلا مذاق ہے۔ کہ ان کو استوار کی پابندی پر مجبور کیا جائے۔ (ضیاالنبی ا۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴) (کتاب المع ۳۹ سیاسیات ۲۱۷)

اور ارسطو کے نزدیک یہ عدل کے خلاف ہے۔ کہ کسی عام آدمی کے بدلے میں کسی سردار کو قتل کیا جائے۔

ہٹلر نے اپنی قوم کی برتری ثابت کرنے کے لیے ارسطو وغیرہ کی نقش قدم پر چلتے ہوئے دوسری عالمگیر جنگ شروع کی اور کروڑوں لوگوں کو مروا دیا۔ اور امریکہ نے لاکھوں لوگوں کو ایٹم بم سے مروا دیا۔ اور آج بھی امریکہ اپنی قوم کی برتری کے لیے صرف اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے پوری دنیا میں لاکھوں لوگوں کو مروا رہا ہے۔ صرف حضور علیہ السلام نے تشریف لا کر ہر ایک کی زندگی بدل دی اور ہر ایک کو انصاف مہیا کیا۔ اور صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو ہر ایک کو انصاف مہیا کرسکتا ہے۔

سلطنت روم

روم اٹلی کا دارالخلافہ ہے۔ اور بحیرہ روم کی آب و ہوا کی بہترین خوبیاں اس میں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ زرعی زمین میں کم

ہے لیکن بہت زرخیز ہے۔ 

سلطنت روم کا مشہور شہر پہاڑوں کے اوپر آباد تھا۔ اور اس کے ساتھ دریائے ٹائیر پر پل بنایا گیا تھا۔ او دفاعی لحاظ سے کوئی بڑی فوج بھی اس پر حملہ آور نہیں ہوسکتی تھی۔

۵۰۹ ق م میں رومیوں نے ان پر حکمرانی کرنے والے بادشاہوں میں سے آخری بادشاہ مفرود ٹارکیون کی حکومت ختم کر کے اپنی آزادی کا آغاز کیا۔ انہوں نے اپنی فوج کے چوکیداری نظم کو بہت بہتر بنایا اور اپنے فوجیوں کو چوکیداری سے غفلت برتنے پر سنگ باری کر کے مار دیتے تھے۔ اور جو بچ بھی جاتا اس کو گھر واپس جانے کی اجازت نہ تھی۔ آہستہ آہستہ یہ قوم ترقی کرتی گئی اور برطانیہ سے مصر تک اور مریطانیہ سے آرمینیا تک رومی سلطنت وسیع ہوگئی۔

رومی لوگ ابتدائی طور پر روحوں کی پرستش کرتے تھے۔ جو گھروں ،چشموں ،کھیتوں اور مضافات کے دوسرے مقاموں پر ہوتی تھیں۔ انہوں نے کوہ اولمپس کے دیوتاؤں کو بھی اپنا معبود بنایا ہوا تھا۔

سیزز بادشاہ نے اپنی رعایا کو اپنی پرستش کرنے کا حکم دے دیا ہوا تھا۔ اور یہ لوگ مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ (تاریخ تہذیب ا۔ ۱۵۶ ا۔ضیاالنبی ا ،صحفہ ۱۲۵)

اس عرصہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ اور آپ نے ایک خدا کی عبادت کی تعلیم دی۔ آپ علیہ السلام کی زندگی مبارک میں صرف بارہ لوگ ہی آپ پر ایمان لائے۔ جنہیں حواری کہا گیا۔

یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے لیے بہت بڑا خطرہ سمجھا۔ اور آپ علیہ السلام کی مخالفت میں سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ آپ علیہ السلام پر ہر بیہودہ الزام لگایا گیا۔

فلسطین و شام کا علاقہ اگرچہ قیصر روم کے زیر نگیں تھا۔ لیکن مذہبی طور پر یہودیوں کے زیر اثر تھا۔ انہوں نے بیت المقدس کے رومی گورنر پیلاطس کو دھمکیاں دیں۔ کہ نعوذ باللہ اگر تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہ کیا۔ تو تمہارے خلاف بغاوت کر دی جائے گی۔ اتنی زیادہ مخالفت کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی مذہبی زندگی میں آپ پر زیادہ لوگ ایمان نہ لا سکے۔ سوائے بارہ لوگوں کے۔ جن کو حواری کہا گیا۔

جب یہودیوں نے آپ کو قتل کرنا چاہا اور آپ کا پیچھا کرتے ہوئے جب ان کا سردار ایک جگہ داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی بنا دی اور آپ علیہ السلام کو فوری طور پر اوپر آسمانوں پر اُٹھا لیا گیا۔ یہودیوں نے اپنے سردار کو پکڑ لیا اور صلیب چڑھا دیا حالانکہ وہ کہتا رہا کہ میں آپ لوگوں کا سردار ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اُٹھائے جانے کے بعد آپ کے بارہ حواریوں نے آپ علیہ السلام کے دین کی تبلیغ کی۔

پہلے پہل جو لوگ عیسائی ہو جاتے تھے۔ ان پر بے پناہ مظالم ڈھائے جاتے تھے۔ ان لوگوں پر درندے تک

چھوڑے گئے۔ ان کو کتوں سے زخمی کروا یا گیا۔ ان کو صلیبوں سے باندھا گیا۔ اور پھر صلیبوں کو آگ لگادی گئی۔ ﷺ
(تاریخ تہذیب ا۔ ۱۸۲ ضیاالنبی ا۔ ۱۲۶)

لیکن آخر کار تمام رومی سلطنت میں عیسائیت غالب آ گئی۔

رومی سلطنت میں اگرچہ چوتھی صدی تک عیسائیت کا غلبہ ہر طرف ملتا ہے۔ لیکن اب عیسائیت میں مخلف عقائد آ گئے تھے۔ پیر کرم شاہ صاحب ضیاالنبی جلد اول صفحہ ۱۲۹ میں انسائیکلوپیڈیا کے حوالے سے فرماتے ہیں تمام عیسائی اس بات پر تو متفق ہیں کہ اللہ جل شانہ جو ہر واحد ہے۔ اور نعوذ باللہ تثلیث یعنی وجود علم اور حیات کے تین خدا۔ ان کو اقانیم کہتے ہیں۔ وجود کو باپ علم کو بیٹا اور حیات کو روح القدس (حضرت جبرئیل علیہ السلام) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا آپس میں اِس چیز کا اختلاف ہے۔ کہ ان تین اقانیم کا تعلق جو ہر سے کیا ہے۔

ایک فرقہ کہتا ہے نعوذ باللہ کہ تین اقانیم اور جوہر قدیم ہیں۔ اور الگ الگ ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک نعوذ باللہ خدا ہے۔ اقنوم ثانی (علم) حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام (نعوذ باللہ) ازلی قدیم ہیں اور حضرت مریم نے بھی ازلی قدیم کو جَنا ہے۔ (نعوذ باللہ من زلک)

دوسرا فرقہ یہ کہتا ہے۔ کہ (نعوذ باللہ) بیٹا مسیح علیہ السلام کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک لاہوتی اور ایک ناسوتی۔ اس حیثیت سے وہ خدا کا بیٹا ہے۔ وہ خدائے کامل ہے۔ اور اس حیثیت سے کہ اس کا ظہور جسد عنصری میں ہو۔ انسان کامل ہے۔ اس لیے ایک ہی وقت میں یہ قدیم بھی ہے۔ اور حادث بھی ہے اور یہ اتحاد نہ قدیم کی قدامت کو متاثر کرتا ہے اور نہ حادث کے حدوث کو متاثر کرتا ہے۔

اور تیسرے گروہ کا عقیدہ ہے (نعوذ باللہ) کہ اقنوم ثانی گوشت اور خون میں تبدیل ہو گیا۔ اور خدا (نعوذ باللہ) عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں ظاہر ہوا۔

یہ لوگ خود ہی ان دعووں کی تردید کرتے نظر آتے ہیں۔ اور نائش سڈنی ہبر برٹ میکون کہتا ہے۔ کہ "عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے خود یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان کی اصل کوئی مافوق الفطرت چیز ہے۔ بلکہ وہ ان پر مطمئن تھے۔ کہ انہیں مریم اور جوزف کے بیٹے کی حیثیت سے پہنچانا جائے۔ (انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا جلد ۵ ایڈیشن) ۱۹۶۲ صفحہ ۶۳۲) (ضیاالنبی ا۔ ۱۳۰)

یہی انسائیکو پیڈیا تاریخ کلیسا میں لکھتا ہے۔" کہ تیسری صدی کے ختم ہونے سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کو کلام الٰہی کا مجسمہ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ لیکن ان کی الوہیت کا عام طور پر انکار کیا جاتا تھا۔ اسی اثناء میں ایرنین کے تنازعہ نے چوتھی صدی کے کلیسا کو جس اضطراب و حیرت میں مبتلا کیا۔ اس نے لوگوں کی توجہ کو اس طرف مبذول کیا۔ اور کینیقیا کی کونسل نے ۳۲۵ء میں یسوع علیہ السلام کی الوہیت (نعوذ باللہ) خدا ہونا کو مان لیا گیا جو بعد میں قسطنطنیہ میں منعقد ہونی والی ۸۶۰ء کی کونسل کو نے اس میں مزید اضافہ کیا۔ کہ دو ہستیوں کی الگ مرضی اور مشیت ہے۔ اور مسیح دونوں ہستیوں کا مالک ہے۔ اور مسیح علیہ السلام کے اندر (نعوذ باللہ)

دو مشیتوں خدائی اور انسانی وجود کے نظریا کو مشرق ومغرب کے کلیساؤں نے بحصیت پختہ عقیدہ کے مان لیا۔ ﷺ

(انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۶۷۸ جلد ۵ ضیاالنبی ا۔۱۳۱)

اس بہت بڑی رومی سلطنت میں حکمران لوگ ہر طرح کے آرام و آسائش اور عشرت اور مستیوں میں دولت بے دریغ لوٹاتے تھے۔ اور عوام الناس مفلس اور تنگ دستیوں کے باوجود ان کو ٹیکس وغیرہ دیتے تھے۔

عام طور پر اِن لوگوں میں اخلاقی اور جنسی بے راہ روی پائی جاتی تھی۔ ہر طرف رقص گاہیں عام تھیں۔ سیٹجوں پر ایکٹروں کی بہت پزیدائی ہوتی تھی۔ قانوناً ایک شادی جائز تھی۔ لیکن جنسی بے راہ روی عام تھی۔ پروکوبئس اپنی کتاب سیکرٹ ہسٹری میں لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں عملی طور پر تمام عورتیں بدکار تھیں۔ اور ضبط تولید پر توجہ دی جاتی تھی۔ قحبہ خانے عام تھے۔ عصمت فروشی کا دھندا سرعام کیا جاتا تھا۔ (ایج آف فیتھ صحفہ ۱۲۰۔ضیاالنبی جلد اول صحفہ ۱۴۱)

مصر

یہ تہذیب قدیم ترین ہے۔ یہ لوگ فن تعمیر اور علم ریاضی میں بہت ماہر تھے۔ اور دریائے نیل کی وجہ سے ان کی زمینیں بہت زرخیز تھیں۔

یہ لوگ بادشاہ کو دیوتا تصور کرتے تھے۔ اور بادشاہ بڑے خداؤں کے سامنے اپنی رعایا کی طرف سے قربانیاں پیش کرتا تھا۔ ہر ہر قبیلہ صرف اپنے ہی خدا کی پوجا کرتا تھا۔ کیونکہ ہر ایک کا اپنا اپنا خدا تھا۔

یا یہ لوگ ایک موقع پر صرف ایک دیوتا کی پرستش کرتے اور دوسرے موقع پر کسی اور دیوتا کی صرف پرستش کرتے تھے۔ لیکن کچھ لوگ ہیلو پوس' صرف ایک دیوتا را یعنی سورج کی پرستش کرتے تھے۔ ایمن ہوئپ III کے زمانے میں صرف آفتاب کی پرستش کی جاتی تھی۔ اس کے بیٹے افتانون نے اس کو مصر کا سرکاری مذہب بنا لیا تھا۔ لیکن اس کی وفات کے بعد مصری پھر اصنام پرستی کی طرف لوٹ گئے۔ پہلے پہل ان کے تین خدا اوسیرس۔ آئس ہورس مقبول تھے۔ رفتہ رفتہ ان خداؤں میں اتنا اضافہ ہو گیا کہ وہ لوگ سانپ، نیولہ، گوبر میں پیدا ہونیوالے بھنورے سب کو تبرک سمجھتے تھے۔ اور ان کی پوجا کرتے تھے۔ بالائی مصر کے اور زیریں مصر کے معبود الگ الگ تھے۔ پہلے پہل تو ہر قبیلہ کا اپنا خدا تھا۔ لیکن جب قبیلوں کا آپس میں امتزاج ہوا تو دو خداؤں کی پرستش ہونے لگی ایک اپنے قبیلے کا خدا اور ایک خاوند کے قبیلے کا خدا، اور اولاد کا الگ الگ خدا ہو جاتا تھا۔ اس طرح ایک خاندان میں تین خداؤں کی پرستش کی جاتی تھی۔ اس طرح ان کے بہت زیادہ خدا بن گئے۔ ان کی چار قسمیں تھیں۔

ا۔ وہ خدا جن کا تعلق حیوانات سے تھا۔

۲۔ وہ خدا جس کا تعلق انسانوں سے تھا۔

۳۔ وہ جس کا تعلق نظام شمسی سے تھا۔

۴۔ وہ خدا جو مادہ اور صورت سے مجرو تھے۔ جیسے دیوتا جو باپ تھا۔ دیوی جو ماں تھی۔ پیدا کرنے والا خدا سچائی کا خداﷺ میں یہ افسانے تھے کہ یہ لوگ اپنے خداؤں کا شکار کر کے ان کو قتل کر کے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کے اعضاء کو پکاتے اور جشن مناتے تھے۔

مصر کے تاریخ میں داخل ہونے کے بعد یہاں ''موپوس'' مین بن پاس'' اور ''لق لق'' کی پرستش ہوتی تھی۔ اور ڈیلٹا کے شہروں میں شیر کی پرستش ہوتی تھی۔ ہرموتھس میں ساڈوں کی اور منڈس اور تھیبس میں مینڈے کی۔ فیوم میں مگرمچھ کی ہیرا کون پولس اور کوپٹاس میں شاہین کی اور بٹو میں ناگ کی اوکسی قسم کی مچھلیوں کی پوجا کی جاتی تھی۔

جو خدا صرف انسان تھے ان میں اوسیرس آئسس نبھاتھ ہورس تھے۔ نظام شمسی والے خداؤں میں آفتاب اور سوپڈو (روشنی) تھے۔ اور مجرو خداؤں میں فتا خالق کائنات میں باپ من ہاتھور ماں ماتھ سچائی وغیرہ تھے۔

(انسائیکلو پیڈیا گروپر ۷۔ ۲۸۳) (ضیاالنبی ا۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸)

اختانون نے اپنے زمانے میں تمام خداؤں کی خدائی کو ختم کر دیا اور صرف آتیں آفتاب کو خدائے واحد تسلیم کیا۔ اس نے کوشش کی کہ مصری قوم صرف سورج دیوتا کی پرستش کرے وہ ہی انسانوں کی قسمت کا مالک ہے۔ نیکی پیدا کرنے والا۔ امن پسند۔ لوگوں کو زندگی بخشنے والا اور مجرموں کو موت کے گھاٹ اُتارنے والا ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی اور خدا کا (نعوذ باللہ) وجود نہیں ہے۔ (ورلڈ سولائزیشن ۳۴) (ضیاالنبی ا۔ ۱۴۹)

ہندوستان

موہنجو داڑو اور ہڑپہ کی تہذیبیں یہ ثابت کرتی ہیں۔ کہ یہاں آج سے چار پانچ ہزار سال پہلے رہنے والے لوگ بہت ماہر تھے اور آج کی جدید تہذیب کا مقابلہ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ پنجاب میں ہیڈ مرالہ نزد گجرات کے قریب موضع شیخ چوگانی کے ٹیلوں سے اس کے ساتھ دریا کے کنارے موضع دھول چوپالہ اور کڑیانوالہ میں بعض ٹبوں میں سے مختلف برتن اور ان کے مجسمے مٹی سے نکلے ہیں۔ نیز موہنجو داڑو اور ہڑپہ وغیرہ یہ تہذیبیں جو سینکڑوں میلوں میں بچھی ہوئی تھیں انہوں نے بڑے طریقوں سے اپنے گھر اور پانی کے نکاس وغیرہ کا سسٹم بنایا ہوا تھا۔

ابتدائی طور پر یہ صرف ایک خدا کی عبادت کرتے تھے۔

البیرونی کی تحقیق کے مطابق ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو یہ یکتا مانتے تھے۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ ازلی ہے۔ نہ اس کی کوئی ابتداء ہے نہ انتہا وہ اپنے افعال میں مختار کل ہے۔ وہ قدرت کا مالک ہے داتا ہے۔ خود زندہ ہے دوسری چیزوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ اچھی چیزوں کو باقی رکھنے والا ہے وہ اپنی بادشاہی میں یگانہ ہے۔ نہ اس کی کوئی ضد ہے اور نہ اس کا کوئی مد مقابل ہے۔ اور نہ وہ کسی چیز سے مماثلت رکھتا ہے۔ اور نہ اس سے کوئی چیز مماثلت رکھتی ہے۔

(تحقیق الہند ۲۰۔ ضیاالنبی ا۔ ۱۷۲)

اوراسی عقیدے کی طرف حضورعلیہ السلام اورتمام انبیاءعلیہ السلام اجمعین نےلوگوں کو دعوت دی۔

آہستہ آہستہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک میں شرک کی امیزش شروع کر دی۔اور ان کے عوام تو برملاجلیل القدر چیزوں جیسے پہاڑوں دریاؤں اورسمندروں کہ الہ کہنے لگے یہ لوگ اپنے دیوتاؤں کوخوش کرنے کے لیے قربانیاں پیش کرنے لگے۔اور دیوتاؤں کے پجاری لوگوں نےعوام الناس کو بتایا کہ برہمن پجاری ہی صحیح قربانی پیش کر سکتے ہیں۔اس لیے برہمن پجاری لوگ دوسرےلوگوں سےممتاز ہو گئے۔

مختلف دیوتا

آہستہ آہستہ ہندوؤں نےمختلف دیوتا بنا لیے یہ لوگ ڈائیوس کو درخشندہ آسمان کا دیوتا کہتے تھے اس کے نمائندے کو آسورا کہتے تھے۔ان کے خیال میں یہ سب چیزوں کوگھیرے ہوئے تھے۔

سورج کے پانچ مظاہر میں سے مترا۔اورسورج کے زریں قرض کو سوریا اس کی قوت کو پوشان اور آسمان کو تین چھلانگ میں پار کرنے والے دیوتا کو وشنو اور ان کے سب سے طاقتور دیوتا کو اندر کہتے تھے۔ان کے خیال میں اس نے زہر یلے ناگ یعنی قحط) کوختم کر کے انسانیت کو بچایا۔یہ پانی بھی جاری کرتا ہے۔علاوہ روشنی بھی اسی نے دریافت کی اورسورج سے رشتہ ہموار کیا۔اس نے بہت سے جنوں اورغریبوں کو مارا۔اور یہ شراب سوما کا بہت رسیا ہے۔یہ شراب ایک پہاڑی بوٹی سے بنائی جاتی تھی۔اس نے تین جھیلیں شراب کی پی کر تین سوبھینسوں کا گوشت کھا لیا۔یہ پجاریوں کی قربانیوں کو کھا کر آسمان کے دیوتاؤں کو پہنچاتا ہے۔اور یہ کائنات کو گردش میں رکھتا ہے۔اور دریاؤں کو جاری کرتا ہے۔اور یہ دیوتا اور انسانوں کو قوانین کا پابند رکھتا ہے۔اور بُرےلوگوں کوہتھکڑیاں لگاتا ہے۔(ورلڈسولائزیشن صفحہ ۴۲ ضیاالنبی ا۔۷۷ا)

ہندوؤں کی الہامی کتابیں

ان کی قدیم ترین کتابوں میں سے وید ہے اس کا معنی علم و دانش ہے۔اوراس کو دیوتاؤں کا کلام کہتے ہیں۔اس میں مختلف قسم کی دعائیں۔بھجن اورحمد کے گیت ہیں۔یہ ان کے نزدیک از حدمتبرک ہے۔اس میں برہمنوں کے منتر ہیں۔سانپ کے کاٹنے کےعلاج کے منتر ہیں۔دشمنوں کو ہلاک کرنے کے طریقے اورمحبت پیدا کرنے کے طریقے بھی ہیں۔اور ویدوں کے" اپنچشڈ"، میں ان ویدوں کی فلسفانہ باتیں ہیں۔ہندومت چار چیزوں سے استوار ہے۔

ا۔ اعلیٰ حقیقت روحانی دنیا ہے۔

۲۔ مادی دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔

۳۔ عقیدہ تناسخ ہے۔

۴۔ انسان بار بار جیتا اور مرتا ہے۔اور اس سے نجات اس کو اس وقت ملتی ہے جب وہ وجود حقیقی میں کھو جاتا ہے۔جب انسان مَرنے کے بعد دوسرے جنم میں ظاہر ہوتا ہے۔تو وہ روپ انسانی حیوانی اور نباتاتی بھی ہوسکتا ہے۔اس میں اچھے کردار کے لوگوں کو دوسری دفعہ اچھے لوگوں کے روپ میں جنم لینا ہے۔اور بُرے کردار کے لوگوں کو بُرے کردار میں جنم لینا ہوتا ہے۔

ان کے علاوہ ویدوں کی دو طویل رزمیہ نظمیں ہیں ایک کو رامائن اور دوسری مہا بھارت کہلاتی ہے۔پہلی نظم میں رام کہانی ہے جسے اس کے باپ نے اس کی سوتیلی ماں کے اکسانے پر جلا وطن کر دیا تھا۔اس کے ساتھ اس کی بیوی سیتا بھی تھی۔جب یہ لوگ جنگل میں تھے تو لنگا کے راجہ راون نے اس کی بیوی کو اغوا کرلیا۔تو رام نے لنگا پر چڑھائی کر کے اپنی بیوی کو آزاد کرالیا۔

اور دوسری نظم میں کوروا اور پانڈو کے درمیان لڑائی کا ذکر ہے۔اس لڑائی میں کرشنا ارجونا کا رتھ بان ہے۔

ان کی ایک اور کتاب بھیگوت گیتا ہے۔ یہ کرشنا کا کلام ہے۔ جو اس نے ارجونا کے ساتھ کی جو متوقع خون ریزی کے خوف سے جنگ سے بچنا چاہتا ہے۔کرشنا نے اس کو جنگ پر آمادہ کیا۔اور اس جنگ سے بہت تباہی ہوئی اور انسانی خون کا ضیاع ہوا۔

آہستہ آہستہ دیوتاؤں کی فہرست بہت زیادہ ہوگئی اور نئے دیوتاؤں نے ہندوؤں میں جگہ لے لی۔اور ان کے معبودوں کی تعداد لاکھوں تک جا پہنچی لیکن ان کے تین دیوتاؤں کو اہمیت حاصل رہی۔اس میں وشنو نظام شمسی کا دیوتا۔شیوا یہ پانچ چہروں والا دیوتا ہے۔اور اس کے چار ہاتھ ہیں۔اور برہما۔یہ پہلے دیوتاؤں سے عزت میں کم ہے اور اس کا بت چھوٹی انگلی کی طرح چھوٹا سا بنایا جاتا ہے۔

ہندومت بذات خود کوئی مذہب نہیں کیونکہ یہ ہر قسم کے عقیدے کو اپنانے کے لیے تیار رہتا ہے۔ان کے کوئی اصول وقواعد نہیں ہیں۔

یہ لوگ برہمنوں کی تعظیم پر زور دیتے اور حیوانی زندگی کو مجروع نہ کرنے پر بھی زور دیتے ہیں۔اور ان کا گوشت نہیں کھاتے۔عورت کے مقام کو مرد سے بالا تر سمجھتے ہیں۔اور ان میں ذات پاک کی زبردست تقسیم ہے۔

اور عورت کو یہ سمجھاتے ہیں کہ اپنے مرد کی لاش کے ساتھ اس کا زندہ جل جانا اس میں اس کی بہت زیادہ عزت ہے۔ نچلی ذات کے شودروں کے ساتھ یہ بہت زیادہ ظلم روا رکھتے ہین اگر ان کا سایہ بھی کسی کنوئیں پر پڑ جائے تو یہ کنواں ناپاک ہو جاتا ہے۔اور ان لوگوں کو انسانی آبادی سے دور چھونپڑوں میں رکھا جاتا ہے۔اور آج بھی یہ لوگ ان بے ہودہ اور قبیح رسموں کو اپنائے ہوئے ہیں۔(ورلڈ سولائزیشن ۹۱ ضیاالنبی ا۔۱۸۱)

یہ لوگ بیل، کچھوا اور چند اور ایک جانروں کو بہت متبرک خیال کرتے ہیں۔اور چند ایک درختوں کو بھی بہت متبرک سمجھتے ہیں۔ان میں پیپل اور تلسی کا درخت متبرک سمجھتے ہیں۔اور گنگا اور جمنا دو دریاؤں میں نہانے کو گناہوں سے پاک ہونا کہتے

ہیں۔

ہندو لوگ سر اور داڑھی وغیرہ کے بال نہیں منڈاتے تھے۔ ناخن نہیں کاٹتے تھے۔ اور ایسے چبوتروں پر بیٹھ کر اکیلے کھانا کھاتے ہیں جن کو گائے کے گوبر اور پیشاب سے صاف کیا گیا ہو۔ گائے کا پیشاب بہت رغبت سے پیتے اور بچا ہوا کھانا پھینک دیتے۔ اور کھانا کھانے کے بعد وہ مٹی کے برتنوں کو بھی باہر پھینکوا دیا کرتے تھے۔ اور یہ پان کا استعمال بہت کرتے تھے۔ خالی پیٹ یہ شراب پیتے تھے۔ یہ لوگ پہلے غسل کرتے اور پھر اپنی بیوی سے صحبت کرتے تھے۔ غسل کرتے وقت پہلے پاؤں دھوتے تھے۔

کھیتی باڑی کا کام عورتیں کرتیں اور مرد گھر پر بیٹھے رہتے تھے گھروں میں داخل ہوتے وقت یہ اجازت نہیں لیتے تھے لیکن گھروں سے باہر جاتے وقت یہ اجازت لیتے تھے۔ اور ان میں جادو کا رواج عام تھا۔

(تحقیق الہند ۱۴۶ تا ۱۴۴) (ضیا النبی ا۔ ۱۹۵۔ ۱۹۴ ان کی کتاب دھرم" کے مطابق)

یہ چاند کو "شش لکش" کہتے ہیں۔ اس میں زمین کی جھلک ہے۔ زمین میں پہاڑ اور درخت ہیں۔ ان سب سے خرگوش کی شکل بنی ہے اور چاند کی منزلوں میں پرجاہت کی بیٹیاں ہیں۔ اور چاند نے ان کے ساتھ بیاہ کیا ہے۔ اور ان میں سے روہنی کے ساتھ چاند کو عشق ہو گیا۔ اور دوسری بیویوں پر اس کو ترجیح دینے لگا۔ انہوں نے اپنے باپ سے شکایت کی پرجاہت نے چاند کو بہت سمجھایا لیکن وہ نہ سمجھا تو اس نے چاند پر لعنت کی۔ جس سے اس کے چہرے پر برص کے نشانات ظاہر ہوتے چاند اپنے گناہ سے توبہ کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میری ایک ہی بات ہوتی ہے۔ اور میں تیری رسوائی کو نصف مہینہ ڈھانپ دوں گا وغیرہ وغیرہ

استغفراللہ کیسی کیسی بے سروپا باتیں ان لوگوں نے گھڑی ہوئی تھی۔

بعد میں ان لوگوں میں چند لوگوں نے بعض رسومات کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور بدھ مت اور جین مت کے مذہبوں کی بنیاد رکھی۔ گوتم بدھ ۵۶۳ قبل مسیح ساکیاس حکمرانی خاندان میں پیدا ہوا پھر کچھ دیر بعد بدھ مت تحریک کا سربراہ سب کچھ چھوڑ کر الگ ہو گیا۔

ایک روشن ضمیر کے نام سے مشہور ہوا اور دوسرا مہاویر تھا۔ ان میں اکثر باتیں یکجا تھیں۔ انہوں نے دیدوں اور برہمنوں کی حکومت کو ختم کیا۔ اور بہت جلد لوگوں میں ان کی پذیرائی ہوگئی۔ لیکن پھر بدھ مت میں بھی بہت سی ہندوؤں کی رسمیں شامل ہوگئیں۔ لیکن پھر اس کو ہندوستان کے باہر چین، جاپان اور دوسرے ایشیائی ملکوں میں زیادہ پذیرائی حاصل ہوگئی۔

دوسرے بدھ مت مذہب کے لوگ ترک ذات کی بجائے فنائے ذات پر توجہ کرتے اور بھوکے رہا کرتے اور بھوک اور پیاس کی حالت میں دم توڑ دیتے۔ ایسی موت کو بہت شاندار کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ کھیتی باڑی بھی نہیں کرتے تھے۔ اور جڑی بوٹیاں کیڑے مکوڑوں کسی چیز کو بھی نہیں مارتے تھے۔ آہستہ آہستہ جین مت میں بھی ہندوؤں کی رسومات کی آمیزش ہوگئی۔

اور مہاویر کو ایک دیوتا مان لیا گیا۔ اور اس کی پوجا پاٹ شروع ہوگئی۔ اور انہوں نے آپس میں سود کا کاروبار شروع کر دیا اور اِس طرح سے ایک طبقہ بہت امیر اور ایک بہت غریب بن گیا۔

بدھ مت کی تعلیمات میں ساری زندگی دکھوں سے عبارت ہے۔ اور اس کا سبب خواہشات ہیں خواہشات کو دفن کرنے کے لیے بدھ مت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے جس کو گوتم بدھ نے اپنایا تھا اس کا بہترین طریقہ حسن عمل غور و فکر اور مراقبہ اور حکمت ہے۔

اس طریقہ نے ذات پات کو ختم کر دیا قربانی ممنوع قرار دی گئی اور برہمنوں کی بالادستی ختم کر دی گئی۔

خدا کے متعلق ان سب کا جواب تھا کہ ہم نہیں جانتے لیکن ان کے ہندوؤں کے طرح صرف چند ایک دیوتا بھی تھے۔ جیسے بدھ مت میں سِکہ کا دیوتا ہندوؤں کے ''اَندر'' کے دیوتا کی طرح تھا۔

بدھ مذہب والے روح کو نہیں مانتے تھے لیکن حیرت انگیر بات یہ ہے۔ کہ یہ تناسخ کے قائل تھے۔ حالانکہ کہ اس نظریہ میں جسم فنا ہو جاتا ہے۔ اور روح باقی رہتی ہے۔ اور پھر وہ کسی اور شکل میں ظاہر ہو جاتی ہے۔

یہ لوگ کسی کی ذات کا کوئی وجود نہیں مانتے تھے۔ چند ایک خوبیاں مل کر ایک ذات بن جاتی ہے۔ جب وہ صفات بکھر جاتی ہیں۔ تو وہ ذات فنا ہو جاتی ہے۔ گوتم کے نزدیک خواہش تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ یہ لوگ خواہش کو مارنے پر توجہ دیتے تھے۔

گوتم نے گوشہ نشینی اختیار کی اور کمزور اور بیماروں کی مدد کی طرف سب کو توجہ دلائی اس کا قول ہے۔ کہ محنت اور جدوجہد سے ہر قسم کی محکومی اور قیود سے آزادی حاصل کرو۔

بعد میں بدھ مت بھی مختلف فرقوں میں تقسیم ہوگئی۔

کچھ عرصہ بعد پھر برہمنوں کو دوبارہ عروج نصیب ہوگیا۔ اور پھر یہ لوگ چھا گئے۔

ذات پات کی تقسیم اور اونچ نیچ کا اندازہ آپ درج ذیل عبارت سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔

''شودر برہمن کا پس خوردہ کھائے۔ شودر مہینہ میں صرف ایک مرتبہ حجامت بنوائے۔ شودر کسی برہمن کو چور کہے تو اس کے جسم کا کوئی عضو کاٹ دینا چاہیے۔ شودر کسی برہمن کھشتری اور دیش کے ساتھ سخت کلامی کرے تو اس کی زبان میں سوراخ کر دیا جائے۔ اگر شودر کسی برہمن کا نام لے کر کہے۔ کہ تو فلاں برہمن سے نیچ ہے تو اس شودر کے منہ میں بارہ انگلی کی لوہے کی سیخ آگ میں گرم کر کے ڈالی جائے۔ اگر چھوٹی ذات کا آدمی بڑی ذات کے آدمی کے ساتھ ایک آسن پر بیٹھے تو اس کا چوتڑ کاٹ دینا چاہیے اس طرح کہ وہ مرے نہیں شودر کسی برہمن کے بال یا پاؤں یا داڑھی پکڑے تو اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہیے۔ شودر کو کوئی صلاح و مشورہ نہ دو۔ دھرم اور بھرت کی تلقین نہ کرو۔ جو شودر کو دھرم کی تلقین کرتا ہے۔ وہ بدترین دوزخ میں جاتا ہے۔

(مسلم ثقافت صفحہ ۳۹ تا ۳۸ ضیاالنبی ۱۔ ۲۲۴)

ہم لوگ اُس خدائے کا پاک کا جتنا شکر ادا کریں اتنا کم ہے۔ کہ ہم کو حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا اور ہم کو حضور علیہ السلام

کے لائے ہوئے اسلام پر چلایا۔حضور علیہ السلام کی امت میں پیدا فرمایا او بدترین خرافات اور رسومات اور اخلاقیات سے نجات عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور علیہ السلام کے صدقے میں حضور علیہ السلام کے پڑوس میں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور خاتمہ بالخیر فرمائے اور اپنا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد وعشق عطا فرمائے۔آمین احقر العباد نثار النبی بن محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ ،لاہور پاکستان۔

چین

چین آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک تو ہے ۱۹۸۰ میں اس کی آبادی ایک اَرب سے تجاویز کر چکی تھی۔اس کی تہذیب بھی بہت پرانی ہے۔دوسری صدی عیسوی میں اس میں کاغذ بننا شروع ہو گیا تھا اور اس کے پانچ سو سال بعد یہاں بلاکوں کے زریعے کتابوں کی اشاعت شروع ہوئی۔اور یہ کتابیں کوریا اور جاپان میں بھی اکثر ملتی تھیں۔

۱۳۲ء میں انہوں نے ایک آلہ بنایا جس سے زلزلہ کی جگہ کا سراغ لگایا جاتا تھا۔اور انہوں نے بارود کے اجزا بھی دریافت کیے۔

یہ لوگ زراعت پیشہ تھے اور مویشی پالتے تھے۔

کتے اور سور کے گوشت کو بہت پسند کرتے تھے۔تیر اور کمان ان کا بہترین ہتھیار تھا۔

یہ لوگ چاند کے لحاظ سے کیلنڈر بناتے تھے۔

ان میں سے پروہتوں کا ایک گروہ بادشاہوں کی جماعت کی مدد کرتا تھا۔پردہت لوگ علم نجوم جانتے تھے۔ان میں تخت و بادشاہی اولاد کی بجائے بھائی کو منتقل ہوتی تھی۔

یہ لوگ مختلف مظاہر فطرت کی پوجا کرتے تھے۔جن میں دریا ہوائیں،سمتیں مشرق ومغرب ان کے معبود تھے۔اور ان چیزوں کے لیے یہ قربانیاں دیتے تھے۔ان قربانیوں میں انسانوں کی قربانی بھی ہوتی تھی۔عموماًان کی فوج باہر سے دوسرے غیر چینیوں کو پکڑ کر لاتیں تاکہ دیوتاؤں کے آگے ان کی قربانی کی جاسکے۔ان کے دیوتا کا نام ’’شانگ ٹی‘‘ تھا۔اس دیوتا کے سپرد ان کے سارے کام تھے۔

بادشاہوں کی زندگی کے بعد ان کی پوجا پاٹ شروع ہو جاتی تھی۔جبکہ مصر میں اس کے برعکس بادشاہوں کی زندگی میں ہی انہیں’’الہٰ‘‘ مانا جاتا تھا۔یہ لوگ اپنے مرنے والے بادشاہوں کے لیے زمین میں گہرے کمرے بنواتے۔ان تک سیڑھیاں تعمیر کی جاتیں۔اور اس کمرے میں بادشاہ کی لاش کو رکھ کر اردگرد اس کے قیمتی سامان اور ہیرے جواہرات کو بھی رکھا جاتا اور پھر اس کمرے کو مٹی سے بھر دیا جاتا اور اچھی طرح کوٹ کر ہموار کر دیا جاتا۔

چین میں بدھ مت بہت تیزی سے رواج پا گیا اور دور و نزدیک کے لوگوں نے اس کی دعوت قبول کر لی۔اس کے

علاوہ ان میں ایک اور آدمی اُٹھا جس کا نام کنفیوشس تھا۔ یہ ایک غریب گھر کا آدمی تھا۔ اس نے انسانیت کی بھلائی کے لئے کام کرنا شروع کیا اس کی اچھی تعلیمات کی وجہ سے لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اس نے بہتر سال کی عمر میں وفات پائی۔ بعد میں اس کو ایک دیوتا کا درجہ حاصل ہو گیا۔

اس کے علاوہ ان میں ٹاؤ ازم بھی رواج پا گیا۔ یہ پہلے فلسفیانہ نظریات تھے پھر انہوں نے مذہب کی صورت اختیار کر لی۔ اس مذہب میں کئی درجن دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی تھی۔ ٹاؤ چن دیوتا کی تصاویر اب بھی چین کے کروڑوں گھروں میں آویزاں ہیں۔ اس کو چولہے کا خدا کہتے ہیں۔ یہ سال بھر تمام اہل خانہ کے حالات کو دیکھ کر سال کے آخر میں شہنشاہ کے دربار میں سب سے بڑے دیوتا کی خدمت میں ان کی رپورٹ پیش کرتا ہے۔ یہ لوگ اس دیوتا کی روانگی سے پہلے اس دیوتا کے منہ میں شراب اور مٹھائی ڈالتے ہیں تا کہ دیوتا کے سامنے وہ کسی کی شکایت نہ لگا سکے۔ اور یہ ایک سال اور راحت و آرام کی زندگی بسر کر سکیں۔

چینی لوگ دنیا کی واحد قوم ہے۔ جو بیک وقت بدھ مت، ٹاؤ ازم اور کنفیوشس کے نظریات کو اپنا لیتی ہے۔ یا موقع مناسب کے لحاظ سے جہاں ضرورت ہو۔ اس طرف چلی جاتی ہے چین میں پورے ملک میں بدھ مت کی پوجا پات کی جاتی تھی۔ بدھا خود خدا کا قائل نہیں تھا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد اس کی پوجا پاٹ خدا کی طرح کی جانے لگی۔

بدھ مت اگرچہ ہندوستان کی پیداوار تھی۔ لیکن اس مذہب کو ہندوستان میں اتنی پذیرائی نہیں ملی۔ جبکہ یہ چین کے ہر گوشے میں چھا گیا۔ لوگ اس کی تعلیمات میں سکون ڈھونڈتے تھے۔ ہندو لوگ چونکہ تناسخ کے قائل تھے۔ یعنی روحیں ایک زندگی کے بعد دوسری زندگی کسی اور روپ میں حاصل کر لیتی ہیں۔ اچھی روحیں اچھی شکل میں اور بری روحیں بُری شکل میں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ جبکہ یہ بدھ مت ان کو یہ تعلیم دیتا تھا۔ کہ اگر وہ لوگ اچھے عمل کریں گے۔ مادی لذتوں سے پرے رہیں گے۔ جنگلوں میں مراقبے کریں گے تو انہیں بہت جلد نرمان نصیب ہو جائے گا۔ اور وہ مرنے اور زندہ ہونے کے تسلسل سے نجات پا جائیں گے۔ اور اگر کوئی زیادہ مجاہدے نہیں کرتا پھر بھی دو تین جنموں کے بعد وہ نرمان تک پہنچ جائے گا۔

(ضیاالنبی ا۔۲۳۱ تا ۲۴۲)

حضور علیہ السلام کا وطن مبارک

جزیرہ نمائے عرب

اللہ جل شانہ نے جس خطہ میں اپنے پیارے محبوب حضور محمد ﷺ کو بھیجا۔ اس کا مختصر تذکرہ بھی ضروری ہے۔

ملک عرب کی مثال زمین میں اس طرح ہے۔جس طرح انسانی جسم میں دل ہوتا ہے۔اس کے تین طرف پانی ہے۔ اور ایک طرف خشکی ہے۔اس کے مغرب میں بحرہ احمر۔

جنوب میں بحیرہ قلزم ہے بحیرہ عرب مشرق میں خلیج اور عمان اور خلیج عرب خلیج فارس شمال میں عراق شام اور شمال مغرب میں اردن و فلسطین ہیں۔

اس کا مجموعی رقبہ تقریباً تیرہ لاکھ مربع میل ہے۔اور طول تقریباً بارہ سو میل اور عرض تقریباً سات سو میل ہے۔

خطہ عرب ایک ایسی موزوں جگہ تھی۔ جہاں سے اِسلام کا پیغام تمام دنیا میں بہت جلد پہنچ سکتا تھا۔

عرب کا پہلا نام عربہ تھا۔جس کے معنی صحرا کے ہیں۔ رفتہ رفتہ اس کو عرب بولا جانے لگا اور یہاں کے باشندے بھی عرب کہلائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں اس خطے کا نام قرآن پاک میں غَيْرَ ذِي زَرْعٍ یعنی وہ وادی جس میں کھیتی باڑی نہیں ہوتی آیا ہے۔

اس وقت عرب کے علاقے میں سعودی عرب یمن مسقط قطر۔بحرین متحدہ عرب امارات ۔کویت عراق۔ اردن لبنان اور فلسطین بشمول کالعدم اِسرائیل اور شمال مغربی حصے واقع ہیں۔

سعودی عرب کا رقبہ اٹھ لاکھ تہتر ہزار میل ہے۔اس کا زیادہ تر حصہ ریت پر مشتمل ہے۔اور جگہ جگہ پتھر پائے جاتے ہیں۔اور سوائے سوکھی جھاڑیوں کے درخت بہت ہی کم اور کہیں کہیں پائے جاتے ہیں۔اور سینکڑوں میل لمبے صحرا یعنی ریگستان اور ایسے میدان ہیں جو پتھروں سے بھرے ہوئے ہیں۔بعض جگہیں ایسی بھی ہیں جہاں سرسبز وادیاں بھی ہیں جہاں چشمے ہیں اور کچھ انجیر۔زیتون اور انگوروں کے باغات بھی ہیں۔بعض علاقہ جات ایسے بھی ہیں جہاں تھوڑی بہت کھیتی باڑی بھی ہے۔اور بے شمار ایسے ندی نالے بھی ہیں۔جو اکثر خشک پڑے رہتے ہیں۔ملک میں کوئی دریا نہیں ہے۔

یہاں بارش بھی بہت کم ہوتی ہے یہاں کی آب وہوا گرم اور خشک ہے۔

یہاں پائے جانے والے جانوروں میں اونٹ گھوڑے۔بھیڑ اور بکریاں خاص ہیں۔

عربی گھوڑے پوری دنیا میں بہت خوبصورت مانے جاتے ہیں۔

یہاں کی خاص سواری اونٹ بھی ہے۔ یہ ایک ایسا جانور ہے۔جس کا نام لے کر قرآن پاک میں اس کی تعریف کی گئی ہے۔

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾

ترجمہ: کیا آپ نے اونٹ کو نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کیسا پیدا فرمایا ہے۔

اونٹ ایک مرتبہ اگر پانی پی لیتا ہے۔تو پھر اسے کئی کئی دن پانی پینے کی حاجت نہیں رہتی ہے۔ اور صحرا کی یہ خاردار جھاڑیاں کھا کر گزارہ کر لیتا ہے۔اور صحراؤں کے طویل فاصلے یہ بے تکان طے کرتا چلا جاتا ہے۔

ملک کے درمیان میں نجد کا علاقہ تقریباً آٹھ سو میل لمبا اور سوا دو سو میل چوڑا واقع ہے۔ یہاں اکثر جگہوں پر زرخیز وادیاں اور چشمے پائے جاتے ہیں۔نجد کا خطہ ایک بلند مرتفع ہے۔ یہ نسبتاً زرخیز خطہ ہے۔

حجاز کا علاقہ اردن کی سرحد خلیج عقبہ سے شروع ہو کر یمن کی سرحد پر ختم ہوتا ہے اور یہ بحیرہ عرب (بحیرہ قلزم) کے کنارے لمبائی پر ہے۔

حجاز کا میدانی علاقہ سرسبز نہیں ہے۔اس میں بہت سی چھوٹی بڑی پہاڑیاں ہیں اور ٹیلے ہیں۔ یہ پہاڑیاں مشرقی جانب بتدریج بلند ہوتی گئی ہیں۔اور پھر یہ حجاز میں پہاڑی سلسلے میں تبدیل ہوگئی ہیں۔یمن اور مغربی جانب یہ پہاڑیاں بتدریج کم ہوتی چلی گئی ہیں۔اور ساحل سمندر تک پہنچتے پہنچتے۔زمین کے کھلے اور وسیع قطعات میں تبدیل ہوگئی ہیں۔زیادہ تر زمین ریگستانی ہے لیکن جب بارش ہو جاتی ہے تو قابل کاشت ہو جاتی ہے۔حجاز کے پہاڑ بھی خشک اور بنجر ہیں حجاز کی ساحلی پٹی کے درمیان سے متعدد وادیاں گزرتی ہیں۔جہاں متعدد سرسبز اور شاداب نخلستان ہیں۔اس ساحلی پٹی کو تہامہ اور غور کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

حجاز کے مشہور شہر مکہ مدینہ۔جدہ طائف اور خیبر ہیں۔حجاز کا طول تقریباً سات سو میل اور عرض مع تہامہ تقریباً دو سو پچھتر میل ہے۔ یہاں سو کے قریب ایسے علاقے ہیں۔جو آتش فشانی مادے سے بنے ہوتے ہیں۔ان کے پتھر سیاہ کھنجر کی طرح ہیں یہ حرے کہلاتے ہیں۔ یہ سخت ناہموار ہیں۔اور یہاں راستہ انسانوں اور جانوروں کے لیے نہایت دشوار ہے۔بعض حرے۔بیسوں میل لمبے ہیں۔ یہ سطح سمندر سے کافی بلند ہیں۔بعض کی بلندی تقریباً پانچ ہزار فٹ تک بھی ہے۔مدینہ منورہ بھی منطقہ تہامہ کے دو حروں میں واقع ہے۔ایک حرہ واقم اس کے مشرقی طرف اور دوسرا حرہ الوبرہ اس کے مغرب میں واقع ہے خیبر کے مقام پر بھی نخلستان کھجوروں کے جُھنڈ واقع ہیں۔(سیرت رحمت دارین از طالب ہاشمی صفحہ ۴۸ تا ۵۱)

مکہ المکرمہ

یہ اللہ تعالیٰ کا گھر کعبہ معظمہ اور حضور علیہ السلام کی جائے پیدائش کی جگہ ہے۔قرآن پاک میں اس کا نام بکہ فرمایا گیا ہے جو بعد میں مکہ کے نام میں تبدیل ہوگیا۔قرآن پاک میں اس شہر کے نام البلدالامین۔البلدا محرم اور ام القری ہیں۔ یہاں کعبہ شریف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا۔اور اس گھر کو آباد فرمایا۔

مکہ مکرمہ عرب کے صوبہ حجاز میں بحر احمر کے ساحل سے کم و بیش ۷۵ کلومیٹر مشرق میں ہے۔سمندر سے اس کی بلندی تقریباً ساڑھے تین سو فٹ ہے۔اس کا عرض بلد اکیس درجہ شمال اور طول بلد ساڑھے انتالیس درجہ مشرقی ہے۔اس کا عرض تقریبا دو میل اور طول کئی میل تک مشرق سے مغرب کی طرف ہے۔اور اس وادی کا نام وادی ابراہیم وادی بطحا یا وادی ابطح بھی بولتے ہیں۔اس کے اردگرد دو پہاڑی سلسلے ہیں۔جو مغرب سے شروع ہو کر مشرق کی طرف چلے گئے ہیں۔ان میں ایک سلسلہ شمالی اور ایک جنوبی ہے۔اور ان کے نام اخشبان اور اخشبین ہیں۔شمالی سلسلے میں جبل قیقعان بہت مشہور ہے۔اور اس کے جنوب

مشرقی حصے کو جبل ہندی کہتے ہیں ۔شہر کے جنوب مغربی سرے پر جبل نوبی (جبل عمر) ہے ۔اور پھر وادی ہے ۔ پھر جبل قیقعانؓ ہے ۔ اور پھر جبل خندمہ ہے ۔ ان سب پہاڑوں کے دامن اور بعض کی بلندیاں عمارتوں سے پُر ہیں ۔شہر کے چاروں طرف پتھروں کے ٹیلے یا چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں ۔مسجد حرام مکہ شریف کے بالکل درمیان میں کعبہ معظمہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے ۔ جسے بیت اللہ شریف کہتے ہیں ۔ اور اس کے شمال مشرقی رخ پر تقریباً سو فٹ کے فاصلے پر چاہِ زمزم" ہے ۔ یہ چشمہ اللہ جل شانہ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑھیاں رگڑنے کے طفیل جاری فرمایا۔

دور و نزدیک سے لوگ حج کرنے اور کعبہ کی زیارت کے لیے خانہ کعبہ آتے رہتے تھے ۔ خاص کر حج کے موقع پر بہت بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ اور تمام لوگ کعبے کے متولّی ہونے کی بنیاد پر قریش کی بہت عزت کرتے تھے ۔حتیٰ کہ قریش کے قافلوں کو بھی کوئی لوٹ مار کا ڈر نہیں ہوتا تھا۔ اور وہ پورے ملک میں بغیر خوف و رکاوٹ کے سفر کرتے رہتے تھے ۔قریش اپنی تجارت کے لیے شام مصر عراق ایران یمن اور حبشہ وغیرہ کا سفر کرتے تھے ۔ یہ لوگ مکہ سے دباعت شدہ چمڑا چاندی کا سامان اور بعض دوسری چیزیں ان ملکوں میں لے کر جاتے رہتے تھے ۔ اور وہاں سے اہل عرب کا سامان یعنی غلہ کپڑا شراب، ہتھیار ہاتھی دانت ریشم خوشبویات اور گرم مصالحے وغیرہ لاتے تھے ۔ راستے کے عرب قبائل بھی ان سے مال خریدتے تھے ۔ اور اردگرد کے لوگ مکہ مکرمہ میں بھی مختلف قسم کا مال خریدنے کے لیے آتے تھے کیونکہ مکہ کی منڈی بہت مشہور اور پورے ملک میں سب سے بڑی تھی ۔ اور قریش اس لحاظ سے پورے ملک کے امیر ترین لوگ مانے جاتے تھے ۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں ۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝۱ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝۲ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝۳
الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴ (سورہ قریش سپارہ ۳۰)

عربی قبائل

عربی قبائل کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔العرب البائدہ العرب الباقیہ

العرب البائدہ

ان کے بارے میں صحیح تاریخی معلومات نہیں ہیں یہ فنا ہو جانے والی قومیں ہین ان میں عاد وثمود اور طسم ۔جدیس جرہم الاولی ہیں ۔بعض مؤرخین کے مطابق یہ ابھی موجو ہیں ۔ جن کو عمالقہ کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ ان میں سے ایک عراقی عمالقہ ہیں اور ایک مصری عمالقہ ہیں ۔



العرب الباقیہ

ان کی پھر دو قسمیں ہیں ۔ایک عرب العاربہ اور دوسری العرب المستعربہ ہے۔

العرب العاربہ

یہ قحطانی کہلائے ان کا وطن یمن تھا۔ ان کے دو مشہور قبیلے جرہم اور یعرب ہیں ۔اور یعرب کی ایک اولاد میں سے کہلان اور حمیر تھے جن میں بہت سے لاتعداد قبائل نے جنم لیا۔ اور حمیر کے مشہور بطن کا نام قضاعہ تھا۔ اور قضاعہ میں یہ قبیلے مشہور ہوئے ۔ بلی ۔جہینہ کلب ۔ بہرہ بنولہذا اور جرم بنو کلان کی نسل سے مشہور قبائل میں از د ۔جو اوس خزرج اور جفنہ اِن کا جد اعلیٰ تھا۔ جفنہ کی اولاد ہی غسانی کہلائی ۔جن سے شام کے کئی حکمران پیدا ہوئے ۔جن میں سے طے مزحج ہمدان وغیرہ ہیں۔

اہل یمن کے ترقی یافتہ شہروں میں سے یمن سبا۔ اور حمیر کی سلطنتیں بہت مشہور ہوئیں۔

سبا کے بادشاہوں نے یمن کو سیراب کرنے کے لیے ایک بہت بڑا ڈیم بنایا۔ جو بعد میں ان کی بَد اعمالیوں کے سبب اللہ تعالیٰ جل شانہ کے قہر و غضب کا نشانہ بنا۔ اور تمام دیہات وغیرہ اور باغات اور فصلوں وکھیتی باڑی وغیرہ کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

یہاں سے قبیلہ ثعلبہ بن عمرو حجاز میں مدینہ طیبہ پہنچے اور یہاں کے یہودی باشندوں پر فتح پائی اور حکمران بن گئے۔

اور قبیلہ حارثہ بن عمرو جنہیں خزاعہ کہا جاتا تھا۔مکہ مکرمہ کی طرف رخ کیا۔ اور یہاں کے باشندوں جرہم الثانیہ کو جلا وطن کر کے مکہ مکرمہ پر قبضہ کرلیا۔ اور قبیلہ عمان بن عمرو عمان کی طرف اور قبیلہ جفنہ بن عمرو شام کی طرف روانہ ہوا۔ اور ایک چشمے پر جسے غسان کہتے ہیں ۔جا کر ٹھہر گیا۔ اسی وجہ سے یہ غسانی کہلائے اور ان میں پیدا ہونے والے بادشاہ ملوک غسانہ کے نام سے مشہور ہوئے ۔اور لخم بن عدی کا قبیلہ حرہ کی طرف منتقل ہوگیا۔ ان میں نصر بن ربیعہ ہے ۔ یہ مناوزہ خاندان کے بادشاہوں کا باپ تھا۔

بنی طے کا قبیلہ وہاں سے چل کر دو پہاڑوں اجاء اور سلمی کے درمیان جا پہنچا۔ ان کے یہ پہاڑ ان کے دفاعی قلعے تھے ۔اور قبیلہ بنی قضاعہ کی ایک شاخ کلب بن وبرہ صحراء سماوہ کیطرف منتقل ہوگئی۔

العرب المستعربہ

ان کے جد اعلیٰ کی زبان عربی نہیں تھی۔حضرت اسماعیل السلام کی مادری زبان عبرانی یعنی سریانی تھی۔ جب بنی قحطان کا قبیلہ جرہم مکہ میں وارد ہوا۔ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام پہلے ہی یہاں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ رہ رہے تھے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی بنی جراہم کی ایک خاتون سے ہوتی ۔اسی قبیلہ سے آپ علیہ السلام نے اور آپ علیہ السلام کی اولاد نے عربی سیکھی اس لیے یہ العرب المستعربہ کہلائے۔

عرب کے درمیانی علاقوں اور حدود حجاز سے لے کر بار بہ شام تک جتنے عرب آباد ہیں ۔ان میں زیادہ تر العرب المستعربہ ہیں ۔(تاریخ الاسلام حسن ابراہیم صفحہ ۸ تا۱۱ ضیاالنبی ۲۵۱ تا۲۵۱ تا ۲۵۴)۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے ۔جن کی اولادوں میں اللہ تعالیٰ نے برکت عطافرمائی اور یہ بے شمار قبائل میں تقسیم ہو کرعرب میں مختلف جگہوں پر پھیل گئے ۔آپ کی اولاد میں سے حضرت عدنان سے آپ کی اولاد بہت زیادہ پھیلی ۔ حضرت عدنان کے دو بیٹے ’’عک‘‘اور’’معد تھے ۔اورمعد عدنانی یا اسماعیل قبائل کے جد اعلی تھے ۔

عدنانی عرب قبیلوں نے صحرا میں قیام کیا۔انہوں نے تہامہ ۔بخد۔اورحجاز میں رہائش اپنائی حضرت عدنان کے دو بیٹے عک اور معد تھے ۔

عک کی اولادتہامہ کے جنوب میں زبیدہ اور اردگرد رہائش پذیر رہی اور اسلام کے آنے تک یہیں سکونت پذیر رہی ۔ ان کے چھوٹے بھائی معد کی اولاد نے بڑی شہرت اختیار کی ۔اور کارنامے انجام دیے معد کے دو بیٹے تھے ۔ایک نزاز‘‘اور درسرے کانام قنص تھا۔

نزاز کی اولاد کی پانچ شاخیں تھیں قضاعہ ۔مفر،ربیعہ اَیاد،انماران کی رہائش گاہیں تہامہ حجاز اورنجد میں تھیں ۔

بنی قضاعہ کی رہائش اوران کی چراہ گاہیں بحراحمر کے ساحل جدہ کے ساتھ ساتھ مشرق کی طرف ذات عرق تک پھیلی ہوئی تھیں ۔

مُضر کے قبائل مکہ مکرمہ کے پڑوس میں سر دات تک اور اردگرد میں اقامت پذیر تھے ۔

ربیعہ عمرزی کندہ کے پہاڑ سے اورزات عرق کے نسبت اور بخد کے نیچے کےعلاقوں تک پھیلے ہوئے تھے ۔

ایاراور انمار مصراورنجران کے درمیان علاقہ میں اکٹھے ہو گئے تھے ۔ان کے چچا قنص کی اولاد سرزمین مکہ میں رہائش پزیر ہوگئی ۔اور گرد ونواح کے علاقہ میں قبضہ جمالیا۔

پہلے پہل تو ان تمام قبائل میں باہمی اتحاد و یگانت تھی ۔جس کی وجہ سے یہ امن و امان سے زندگی بسر کرتے رتے ۔اور دوسرے قبیلوں پر ان کا تسلط رہا۔لیکن بعد میں جب انہوں نے آپس میں نا اتفاقیاں شروع کیں اورلڑائے جھگڑے شروع کیے ۔تو ان کی عزت و وقار جاتا رہا۔(خلاصہ العرب الاسلام ۲۲۶ تا۲۲۷ ضیاالنبی ا۔۲۵۵)

جنگ کے نتیجے میں جو ایاد بن معد کی طرف سے ہوتی تھی،اس نے اپنے بھائیوں کو یہاں سے نکال دیا۔اور یہ تہامہ سے ہجرت کر کے پہلے ’’سوادکوفہ‘‘ پھرنہرفرات کوعبور کرتے ہوئے سرزمین جزیرہ میں پھیل گئی ۔پھر یہاں سے کچھ لوگ تکریت اور موصل میں اوربعض حمص اور اطراف شام میں آباد ہوئے بعض نے عیسائیوں کی اطاعت قبول کی اورنصرانیت کو اپنا لیا۔بعض ان میں سے جبلہ بن اہیم کے ہمراہ ملک روم چلے گئے ۔یہ تقریباً چالیس ہزار کے قریب تھے ۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں یہاں سب عرب باشندوں نے قرآن پاک کے نسخے پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔

جب اَیاد نے تہامہ سے ہجرت کی تو حضرت عدنان کی اولاد میں سے مضر اور ربیعہ کے سوا یہاں کوئی نہ رہا۔ معد کے بعد اس کا بیٹا قنص جانشین ہوا۔ اور اس نے اپنے بھائی نزاز کو حرم سے نکالنے کی کوشش کی۔ لیکن اہل مکہ نے متحد ہو کر قنص کو مکہ سے باہر نکال دیا۔ اور نزاز کو مکہ کے ادر گرد کا حاکم بنایا۔ نزاز کی اولاد سے دو قبیلے مضر اور ربیعہ ہوئے۔ ربیعہ نے غمرزی کنندہ کے پہاڑ کے نشیبی حصہ جو نجد سے تہامۃ تک پھیلا ہوا تھا۔ میں آبادی اختیار کی۔ اور بنو مُضر حجاز میں پھیل گئے۔ جب ان کی آبادی زیادہ ہوتی تو انہوں نے مکہ کے بہت سے مقامات پر قبضہ کر لیا اور مکہ مکرمہ میں حرم کعبہ کی ریاست ان کو ملی۔

(تاریخ لاسلام حسن ابراہیم ا۔ ۱۲ضیاالنبی ا۔ ۲۵۶ تا ۲۵۷)

بنی مُضر کے دو بیٹے قیس میلان اور الیاس تھے قیس میلان کی اولاد سے دو قبیلے ہوازن اور سلیم ہوئے۔ ہوازن میں سے ہی ایک قبیلہ بنو سعد ہے۔ حضور علیہ السلام نے ابتدائی شیر خوارگی کا زمانہ یہاں گزارا۔ اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی قبیلہ کی تھیں۔ بنی مفر میں سے نخع اور قسبی دو خالہ زاد بھائی تھے۔ ان میں سے ایک نخع مشرق کی طرف چلا گیا اور یمن کے کسی علاقہ میں رہائش اختیار کی۔ جب یہاں اس کی اولاد بڑھی تو یہ یہاں سے الدثنیہ منتقل ہو گئے اور آج بھی وہیں آباد ہیں۔

قسبی (ثقیف) مغرب کی طرف روانہ ہوا اور دادی القری میں ایک بے اولاد یہودن بڑھیا کے یہاں جا ٹھہرا۔ اس نے اس کو اپنی ماں اور اس نے اس کو اپنا بیٹا تصور کر لیا۔ جب یہ مرنے لگی تو اس بڑھیا نے قسبی کو اس کی خدمت کے بدلے میں سونا دیا اور انگور کی قلمیں دیں اور اس کو نصیحت کی اکہ اگر تم ایسی وادی میں اترو جہاں پانی وافر ہو۔ تو یہ انگور کی قلمیں وہاں لگانا۔ اس سے تمہیں بہت نفع ہوگا۔ جب یہ طائف پہنچا تو ایک لونڈی کی مدد سے اسے طائف جسے پہلے "وج" کہتے تھے۔ کے سردار کے ہاں پناہ مل گئی اس کا نام عامر بن الظر وتھا۔ الظر وتھا۔ سردار نے اس کی شادی اپنی بیٹی سے کر دی جس کا نام زینب تھا۔ اس سے اس کے تین بیٹے پیدا ہوئے عوف جشم دارس پیدا ہوئے۔ جب یہ فوت ہوگئی تو سردار نے اس کی شادی اپنی دوسری بیٹی آمنہ سے کر دی۔ اس سے اس کا ایک بیٹا ناصر اور دوسری بیٹی مسک پیدا ہوئی جو ام النمر کی کنیت سے مشہور ہوتی۔

قسبی نے انگور کی بیلیں یہاں کاشت کیں جو خوب اگیں لوگوں نے اس کو کو کہا کہ یہ کتنا دانش مند یعنی الثقفہ ہے۔ اس سے اس کا نام ثقیف پڑ گیا۔ اس کی اولاد یہاں کافی عرصہ قیام پذیر رہی اور انہوں نے وج یعنی شہر کے اردگرد تعمیر کی جس سے اس کا نام طائف پڑ گیا۔

الیاس بن مضر

الیاس بن مفسر کے تین بیٹے تھے۔ قمعہ طانجہ اور مدرکہ جن کی اولاد سے بڑے بڑے قبائل وجود میں آئے مدرکہ کا لڑکا خزیمہ اور خزیمہ کے تین بیٹوں سے ایک کا نام کنانہ اور کنانہ کا بیٹا نذر بن نضر کا بیٹا فہر تھا۔ اور لیسی فہر قریش کے جدامجد تھے۔

کنانہ کے سب خاندان مکہ کے گردونواح میں آباد ہوئے۔ ان کی اولاد میں سے بنی ہذیل بھی ہیں۔ ہذیل کے

دو خاندان بنولحیان اور سعد ہیں۔ بنو ہذیل کی رہائش طائف کے ارد گرد تھی اور ان کی زمینیں نجد اور تہامہ میں بھی تھیں نبی ﷺ بنو اسد جو خزیمہ کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے پڑوس میں آباد ہوئے۔

مدرکہ اور طانجہ کی اولادوں میں جنگ چھڑ گئی۔ اور مدرکہ کو فتح ہوئی اور بنی طانجہ تہامہ سے ہجرت کر کے نجد اور حجاز میں آباد ہو گئے۔ اور فہر بن مدرکہ کی اولاد مکہ کے ارد گرد آباد ہو گئی۔ اور انہوں نے قصی بن کلاب کی سربراہی میں مکہ فتح کیا۔ اور یہاں آبادی اختیار کر لی۔ (تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم خلاصہ صفحہ ۱۴ تا ۱۲ ضیاالنبی ۱ خلاصہ صفحہ ۲۵۷ تا ۲۶۰)

عرب کی آزاد سلطنتیں

اگرچہ جزیرہ عرب میں صرف چند شہر آباد تھے۔ کیونکہ عرب کا زیادہ حصہ خشک پہاڑوں اور صحراؤں پر مشتمل تھا۔ لیکن اس کے جنوب مشرق اور شمال مغرب میں منظم حکومتیں قائم تھیں۔ یہاں کے سردار کو بادشاہ کہا جاتا تھا۔ چونکہ اس وقت دو عالمیں طاقتیں تھیں۔ ایک مشرق میں کسریٰ (ساسانی خاندان) کی حکومت ایران اور اس کے ارد گرد قائم تھی۔ دوسری مغرب میں رومن مملکت تھی جس کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا۔ شمال مغرب میں عربوں کی سلطنت کو قیصر روم کی حمایت حاصل تھی۔ اس وقت تین عربی سلطنتیں قائم تھیں معین سبا اور حمیر

سلطنت معین

یہ سب سے قدیم سلطنت ہے۔ یہ مملکت سبا سے بھی قدیم تر ہے۔ یہ مملکت سبا اور قتبان کے شمال میں واقع تھی۔ حضر موت اس کے شمال مشرق میں تھا۔ اس کے دارالحکومت کا نام قرن تھا۔ بعد میں اس میں معین۔ حضر موت اور اقلیم ملخ کے علاقے شامل ہو گئے اس حکومت کے کھنڈرات آج بھی منطقہ جوف میں ملتے ہیں۔ یہ عرب کی سب سے قدیم سلطنت تھی۔

ان لوگوں کی ہر شہر میں ایک عبادت گاہ ہوتی تھی۔ بڑے شہروں میں کئی کئی عبادت گاہیں تھیں۔

ان کے بڑے خدا کا نام عشتر یا عشار تھا۔ ایہ زہرہ ستارہ کا مجسمہ تھا۔ ''ود'' اور ''نکرح'' ان کے دو اور خدا تھے۔

سلطنت سبا

اس کا ذکر قرآن پاک میں ملتا ہے۔ اس کی مدت حکومت نو سو پچاس قبل مسیح سے چھ سو پچاس قبل مسیح ہے۔ اس کے اصل باشندے یعرب بن قحطان کی اولاد سے ہیں۔ اس مملکت نے بہت زیادہ ترقی کی یہاں بہت زرخیز زمینیں تھیں۔ یہاں کے درختوں سے مختلف خوشبودار بخور تیار کیے جاتے تھے۔ اور یہاں خوشبودار گوند بھی درخت پیدا کرتے تھے۔ اور ان کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں بکثرت زہریلے سانپ جو اڑنے والے تھے۔ اور ایک بالشت لمبے تھے۔ پیدا فرما دیے تھے۔

(تاریخ العرب آز ہنی ۱۔ ۵۹) ضیاالنبی ۱۔ ۲۶۵)



اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں قوم سبا کے متعلق فرماتے ہیں:

کہ اِن کی اِن نعمتوں کی ناشکری کے سبب اللہ تعالیٰ نے اِن کے باغات پر سیلاب کا پانی نازل فرما دیا (اِن کا بنایا ہوا ڈیم ٹوٹ گیا) اور اُس نے سب باغات کو تباہ و برباد کر دیا اور باغات کی جگہ چند ایک بیریوں کے درخت اور جھاڑیاں رہ گئیں۔

یہی مورخ لکھتا ہے کہ یہاں شاندار محلات اور خوبصورت عبادت گاہیں تھیں۔ یہاں پر دولت کی بہت فراوانی تھی۔ اور چھری کانٹے تک سونے سے مزین تھے۔ علاوہ ان کے میزان کے دروازے کھڑکیاں ان کے پلنگوں وغیرہ پر سونے چاندی اور ہیرے جواہرات جڑے رہتے تھے۔ اور ہاتھی دانت کا کام ہوتا تھا۔ اور یہاں سونا اتنا صاف پیدا ہوتا تھا کہ اسے گلا کر صاف کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

یہ لوگ متعدد جھوٹے خداؤں کی پرستش کرتے اور یہاں فسق و فجور کا بازار گرم رہتا تھا۔ یہ لوگ اپنی بہنوں اور بیٹیوں سے بھی بدفعلی کرتے تھے۔ ایک عورت کئی کئی مردوں سے شادی کرتی تھی اور عموماً کھجور سے کشید کی گئی شراب پانی کے طرح پی جاتی تھی۔

سلطنت حمیر

حمیر بنی قحطان کی نسل سے تھا۔ یہ مملکت سبا اور بحر احمر کے درمیان تھی۔ یہ علاقے پہلے قسبان کہلاتے تھے۔ یہ سلطنت پہلے قتسبان سے شروع ہوتی۔ اور پھر اسی سلطنت نے سبا اور ایران کو بھی اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ اور ایران کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ جو بعد میں طفار کے نام سے مشہور ہوا۔ ان کے بادشاہ کو زویدان (زیدان کا مالک) کہتے تھے۔ یہ مملکت چھ سو چالیس برس قائم رہی حضر موت کے علاقے پر بھی انہوں نے قبضہ کر لیا اور ان کے بادشاہوں کو ملوک سبا و ریدان و حضر موت کہا جانے لگا۔ قوم سبا تجارت پیشہ زیادہ تھی۔ جب کہ اس کے برعکس یہ لوگ جنگ و جدل اور فتوحات کے شیدائی تھے۔ حمید کی پندرویں پُشت کے بادشاہ کا نام ''الحرث'' تھا۔ اِس نے اپنی مملکت کو وسیع کرتے ہوئے بہت سی فتوحات کیں۔ اس کا دورِ حکومت ایک سو پچیس سال تک ہے۔ اس نے اپنے اشعار میں حضور علیہ السلام کا ذکر بڑی عقیدت و محبت سے کیا ہے۔

اس کا ایک شعر خطہ فرمائیے۔

وَاحمَدُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِسمۂ یالیت اَنِّی اُعمر وبعد مر بعثہ بعام

حضور علیہ السلام کا اسم گرمی احمد ہے کاش میری زندگی وفا کرلے اور حضور علیہ السلام کے مبعوث ہونے کے بعد مجھے صرف ایک سال زندہ رہنے کی مہلت میسر آجائے اس کے ایک اور شعر کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جو تمام روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میری عمر نے حضور علیہ السلام کے مبعوث ہونے تک وفا کی تو میں اُن کا وزیر ثابت ہوں گا اور

چچازاد بھائی کی طرح معاون و مددگار بنوں گا۔ 

ان کا آخری بادشاہ زونواس تھا۔ یہ یہودی تھا۔ اہل بخران نے جب عیسائیت قبول کی تو اس نے ان کو آگ کی خندقوں میں پھینک دیا۔ قیصر روم نے اس سے بدلہ لینے کے لیے ابرہہ کو اس کی طرف بھیجا۔ ابرہہ نے اس کوشکست دی اور یمن میں صنعا کے مقام پر ایک گرجا تعمیر کیا اور اہل عرب کو اِس میں عبادت کی دعوت دی ۔لیکن کسی عرب نے اس کے گرجے میں جا کر قضائے حاجت کر دی جس سے یہ آگ بگولا ہوگیا۔ اور اس نے نعوذ باللہ کعبے شریف کو گرانے کا ارادہ کرلیا۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اس کو اور اس کے لشکر کو ابابیلوں سے ملیا میٹ کروادیا۔

ابرہہ کے بعد اس کا لڑکا یکسوم اور پھر اس کا بھائی مسروق تخت پر براجمان ہوتے اور اہل یمن پر ظلم ڈھاتے رہے سیف زی یزن الحمیری اس ظلم وستم کی فریاد لے کر قیصر روم کے پاس پہنچا اور نہایت عاجزی سے مدد کی درخواست کی تا کہ وہ اس کی مدد کر کے حبشوں کو ملک سے نکال دے ۔قیصر روم نے اس کی درخواست مسترد کر دی پھر یہ اپنی درخواست لے کر کسری نو شیرواں ۵۳۱ تا ۵۷۲ء کے دربار میں پہنچا۔ اورعرض کی کہ حبشیوں سے ہمیں نجات دلائےلیکن اس نے بھی انکار کر دیا اور کہا کہ میں اپنے ملک سے صرف اونٹوں و بھیڑ بکریوں کی خاطر نہیں جاسکتا۔ اور اس کو بہت سا نذرانہ دے کر واپس کر دیا۔ بادشاہ کے دربار سے باہر آ کر اس نے اس کا نذرانہ زمین پر دے مارا جسے وہاں کے لشکریوں نے لوٹ لیا۔ بادشاہ کو خبر پہنچی تو اس نے اس کو واپس دربار بلایا اور وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ ہمارے ملک میں اس سے زیادہ خالص سونا ہے۔ مجھے تمہارا نذرانہ نہیں چاہیے۔

بادشاہ سونے کا سُن کر لالچ میں آگیا اور اس کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ تم قیدیوں کا لشکر تیار کر کے اس کے ساتھ کر دو۔ تا کہ یہ مر گئے تو بھی کوئی بات نہیں اور اگر یہ فتح یاب ہو گئے تو تمہارا نام بلند ہو گا بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اور چھ سو قیدیوں کا لشکر اس کے ساتھ کیا اور ایک تجربہ کار آدمی وہرز کو اس لشکر کی سرابرہی سونپی اہل یمن کو پتہ چلا کہ ایران کی فوج اِن کو حبشیوں کی غلامی سے نجات دلانے آرہی ہے۔ تو انہوں نے ان کا استقبال کیا۔ زوردار جنگ ہوئی ۔ اور آخر کا فتح واہرز'' کو ہوئی۔ اس نے فتح کی خوشخبری کا پیغام کسریٰ شہنشاہ ایران کو بھیجا۔ اس نے کہا کہ سیف زی یزن کو حکومت سونپ دو۔ اور واپس چلے آؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ سیف زی یزن نے بہت سے حبشیوں کو ہلاک کر ڈالا تو ایک حبشی نے موقع پا کر سیف زی یزن کو قتل کر ڈالا ۔کسریٰ شاہ ایران کو پتہ چلا تو اس نے پھر واہرز کو چار ہزار کا لشکر دے کر بھیجا۔ اس نے آتے ہی تمام حبشیوں کو قتل کر ڈالا اور کسریٰ نے یمن کی حکومت واہرز کے سپرد کر دی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ''مرزبان'' اور پھر اس کا پوتا خرخسرو بن البیجان بن مرزبان بن وہرز خود وہاں کا بادشاہ بن بیٹھا۔ کسریٰ شاہ ایران کو پتہ چلا تو اس نے اس کا کام تمام کروانے کے لیے اسے دربار بلایا۔ تو اس نے کسریٰ کے باپ کی تلوار کو اس کے سر کے اوپر رکھ دیا۔ بادشاہ نے باذان کو یمن کا والی مقرر کیا۔ اس کے پاس حضور علیہ السلام کا گرامی نامہ آیا اور یہ مسلمان ہوگیا۔ (تاریخ الاسلام آرحسن ابراہیم ۴۰ تا ۳۲ ضیاالنبی ۔ ا۔ ۱۷ ۲ تا ۲۷۲)



اہل عرب کی خوبیاں

یقیناً اہل عرب میں دنیا کی دوسری قوموں کے مقابلے میں باوجود ان کی گمرائیوں کے ایسی خوبیاں اللہ جل شانہٗ نے ان میں ودیعت فرمائی ہوئی تھیں ۔جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو عربوں کے ہاں پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو فہم وفراست قوت حافظہ۔ فصاحت و بلاغت عزت وشجاعت سخاوت سخت کوشی جفاکشی اورفنون جنگ کی مہارت کی خوبیاں بہت ہی زیادہ عطا فرمائی تھیں ۔

ایک دفعہ ایک اعرابی حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا حضور علیہ السلام نے اس کے آگے ایک آیت شریف کی تلاوت فرمائی ۔

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ؕ (سورۃ زلزلہ، ۷)

ترجمہ: پس جس نے زرہ برابر اچھائی کی ہوگی ۔وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

وہ کہنے لگا کہ اب اس کے بعد مجھے کسی نصیحت کی ضرورت نہیں یہ میرے لیے کافی ہے ۔اور وہ اٹھ کر چلا گیا۔ اہل عرب میں دور ونزدیک سے آئے ہوئے فضاء و بلغاء اپنے اپنے قصیدے سناتے اور خطبات سناتے تو دوسرے لوگ صرف ایک بار سننے سے ان کو پورے قصیدے زبانی از بر کر لیتے تھے ۔دنیا کی کوئی قوم اس معاملے میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی ۔

عربی زبان کی وسعت کا اعتراف پوری دنیا میں کیا جاتا ہے ۔ان کے ہاں مترادفات بے شمار ہیں اور ان کا شعر وسخن بہت بلند ہے ۔ان کے ہاں شہد کے اسی نام ہیں ۔سانپ کے دوسو ۔شیر کے پانچ سو اونٹ کے ایک ہزار تلوار کے ایک ہزار اور تکلیفوں مصیبتوں کے ظاہر کرنے کے چار ہزار الفاظ ہیں ۔ان کے خلیفہ ولید کو ایک حماد نامی شخص نے کہا کہ میں آپ کو کھڑے کھڑے ایک قصیدہ زبانی سنا سکتا ہوں جو کہ ایک ایک سو اشعار پر مشتمل ہوگا۔ اہل عرب میں سے بہت سے فیاض گزرے ہیں ۔

جن میں حاتم طائی کعب بن مامہ لایادی ۔اوس بن حارثہ الطائی ھرم بن سنان عبداللہ بن جدحان الیتمی وغیرہ ۔

ایک مرتبہ بہت سخت قحط پڑا اور بھوک کی وجہ سے لوگوں کا برا حال ہوگیا۔ اور بہت سے جانور بھی ہلاک ہو گئے ماویہ جو کہ حاتم طائی کی بیوی تھی نے اپنے بیٹے عدی کو اور حاتم نے اپنی بیوی سفانہ جو کہ بھوک کی وجہ سے نہیں سو رہے تھے بہلانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ سو گئے ۔ماویہ کہتی ہے کہ کہ میں نے بھی جان بوجھ کر ظاہر کیا کہ میں سو رہی ہوں اور حاتم کے بلانے پر بھی میں نہ اٹھی ۔اتنی دیر میں حاتم کے خیمے میں ایک عورت نے آ کر اپنے بچوں کے بھوکا ہونے کی فریاد کی اور کہا کہ اے سفانہ کے باپ میرے بچے گھر میں بھوک سے بلک رہے ہیں ۔حاتم نے اسے کہا کہ جاؤ اپنے بچوں کو لے آؤ ۔وہ چلی گئی تو میں نے حاتم سے کہا کہ تمہارے اپنے بچے تو بھوکے ہیں تم ان لوگوں کو کیا کھلاؤ گے ۔حاتم اٹھا اور اس نے اپنی سواری گھوڑا جو اسے بہت پسند تھا کو ذبح کر دیا۔ اور آگ روشن کر کے اس کو بھوننے لگا۔ اتنی دیر میں وہ عورت بھی اپنے بچوں کو لے کر آ گئی ۔اس نے ان

کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور مجھے کہا کہ تم بھی بچوں کو جگا کر کھلاؤ اور اس نے پوری بستی میں اعلان کروا دیا کہ اس کے ہاں آ کر کھانا کھائے سب لوگ آتے اور خوب پیٹ بھر کر بھُنا ہوا گوشت کھاتے (اس وقت گھوڑا حلال تھا)۔ حاتم ان لوگوں سے تھوڑی دور چادر میں منہ چھپا کر بیٹھا رہا اور ایک لقمہ بھی منہ میں نہ ڈالا۔

اہل عرب کی شجاعت بھی بہت مشہور تھی۔ اپنی عزت اور اپنے قبیلہ کی عزت کی خاطر وہ موت کی وادی میں کود جانا ایک معمولی بات سمجھتے تھے۔ اور میدان جنگ کی موت کو بستر کی موت پر ترجیح دیتے تھے۔

اہل عرب اپنے وعدوں کو پورا کرتے تھے۔ خواہ اس کے لیے ان کو اپنی جان کی قربانی کیوں نہ دینی پڑے عربوں کی وفائے عہد بھی خوب تھی۔ حیرہ کے بادشاہ نے دو دن یوم نعیم خوشی کا دن اور یوم البؤس رنج والم کا دن مقرر کیے ہوئے تھے۔ خوشی کے دن جو اسے سب سے پہلے ملتا وہ اسے سو اونٹ انعام دیتا اور غم کے دن جو اسے ملتا وہ اسے قتل کروا دیتا تھا۔ ایک دن یہ بادشاہ شکار کرتے ہوئے اکیلا دور چلا گیا اور اسے بارش اور رات نے آ گھیرا اس نے ایک جھونپڑی میں پناہ حاصل کی۔ یہاں حنظلہ بنی طے قبیلہ کا ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا۔ انہوں نے اس کو نہ پہنچانا اور باوجود غربت کے اپنی اکلوتی شیر خوار بکری کا پہلے دودھ دھویا اور اسے پلایا پھر اس کو ذبح کر کے بھون کر اسے پیش کی۔ صبح اس نے انہیں بتایا کہ میں حیرہ کا بادشاہ نندر بن ماء السماء ہوں۔ کوئی حاجت ہوئی تو میرے پاس آنا۔ ایک سال گزر گیا۔ کہ قحط نے ان کو آ لیا اور کوئی چیز ان کے پاس نہ رہی اس کی بیوی نے اسے بادشاہ کے پاس بھیجا تو یہ دن یوم البوس تھا۔ اس نے اس کو کہا کہ آج تو کاش میرے پاس نہ آتا آج تو میرا بیٹا بھی میرے سامنے آتا ہوا تو میں نے اسے موت کے گھاٹ اُتار دیتا۔ حنطلہ نے اسے کہا کہ اگر مجھے مارنا ہی ہے۔ تو مجھے مہلت دے تاکہ میں اپنے اہل وعیال کا بندوبست کر سکوں اس نے اسے کہا کہ اپنا کوئی ضامن دو۔ اس نے قراد کو اپنی ضمانت کے لیے کہا۔ اس نے قبول کر لیا۔ اور قراد کی ضمانت کے بدلے بادشاہ نے اس کو پانچ سو اونٹنیاں دیں اور ایک سال بعد آنے کا کہا۔ وہ چلا گیا اور ایک سال تک نہ آیا یہاں تک کہ قراد کو قتل گاہ اس کی ضمانت کے طور پر لے جایا گیا۔ اس کو قتل کرنے لگے تو ایک سوار آتا دکھائی دیا۔ بادشاہ نے جلادوں کو ہاتھ روکنے کا حکم دیا گیا۔ دن کا بھی کچھ حصہ سال مکمل ہونے میں ابھی باقی تھا۔ یہ سوار قریب آیا تو یہ حنطلہ تھا۔

بادشاہ نے حنطلہ سے پوچھا کہ تو نے میرے ساتھ نیکی کی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تجھے قتل کروں پھر تو کیوں اپنی موت کو گلے لگانے کے لیے یہاں پہنچ گیا۔ اور تجھے کس چیز نے وفائے عہد پر مجبور کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرے دین نے اس نے کہا کہ تمہارا دین کیا ہے۔ اس نے اسے بتایا کہ میرا دین نصرانیت ہے۔ اور اس کی تعلیمات اسے اس کے پوچھنے پر بتائیں بادشاہ نے انہیں کہا کہ اگر میں تم دونوں کو ہلاک کر دیتا تو حسیس اور ذلیل کہلاتا۔ بادشاہ نے یہ قبیح رسم ختم کر دی اور نصرانیت کو قبول کر لیا اور اس کی ساری قوم نے بھی نصرانیت کو قبول کر لیا۔ (خلاصہ ضیاالنبی ا صفحہ ۲۹۹ تا ۳۰۳)

عام طور پر عرب کے لوگ بہت زیادہ غیرت مند تھے۔ وہ اپنی عزت و ناموس کی خاطر اپنا سر کٹوا دیتے تھے۔ یہ لوگ

اپنے شجرہ نسب کو یاد رکھا کرتے تھے۔ایک عورت کی پکار پر سینکڑوں تلواریں بے نیام ہو جایا کرتی تھیں۔ 35

اکیم بن صیف جو عہد جاہلیت میں بھی دانشوروں میں شمار ہوتا تھا۔اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے شعر کہتا ہے جن میں سے ایک کا ترجمہ ہے۔

''اے میرے بیٹو! عورتوں کا ظاہری حسن و جمال تمہیں نسب کی پاکیزگی سے غافل نہ کر دے کیونکہ کمینہ صفت اور بدکردار بیویاں خاندانی شرف کو خاک میں ملا دیا کرتی ہیں۔

عربوں کی زندگی کے گھٹاٹوپ اندھیرے

لیکن عربوں کی یہ خوبیاں بہت بڑے رہنما کی تلاش میں تھیں جو ان کی رہنمائی صحیح طریقے سے کر کے انہیں کسی منزل تک پہنچا سکے۔ان کی سخاوت زیادہ تر اس لیے ہوتی تھی کہ لوگ انہیں سخی کہہ سکیں۔شجاعت اکثر ظلم کی صورت اختیار کر جایا کرتی تھی۔اور اس سے بکثرت ناحق خون ریزیاں ہو جایا کرتی تھیں اور ایسی ایسی لڑائیاں جنم لیتی تھیں جو پشت در پشت چلا کرتی تھیں۔ان کی ہر خوبی کے پیچھے یہ خیال ہوتا تھا کہ کوئی انہیں اچھا کہے۔

حالانکہ فرمایا گیا ہے کہ مخلوق کی خاطر کوئی کام کرنا ریا ہے۔اور ایک اور چیز جسے کم لوگ جانتے ہیں۔یہ ہے کہ مخلوق کے ڈر سے کوئی نیک کام چھوڑ دینا یہ بھی ریا ہے کہ تمہاری نظر میں امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے مطابق مخلوق کی حیثیت درو دیوار کی طرح ہونی چاہیے اللہ جل شانہ نے ان کو کمال کی خوبیاں عطا فرمائی ہوئی تھیں لیکن ان کا استعمال صحیح نہیں تھا۔جو کسی ایسے رہنما کی ضرورت تھیں جو ان کا صحیح راستہ متعین کر سکے۔منہ زور گھوڑے کو اگر لگام ڈال دی جائے تو اس کی وہی طاقت صحیح کام میں آسکتی ہے۔

ایٹم بم کا استعمال اگر غلط ہاتھوں میں چلا جائے تو تباہی مچا سکتا ہے اگر وہی استعمال صحیح سمجھدار لوگوں کے پاس چلا جائے تو اس ایٹمی قوت سے ہزاروں لاکھوں لوگوں کا بھلا ہو سکتا ہے۔ان کی تقادیر بدل سکتی ہیں۔عربوں کی فہم و فراست پر آدمی اُس وقت حیران رہ جاتا ہے۔جب کہ وہ پتھر کی بنی ہوئی مورتیوں کی پوجا کر رہے ہوتے ہیں۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کی پابندی عمرو بن لحی الخزاعی سے پہلے بنی عدنان اور بنی قحطان تک مکمل رہی۔یہ اللہ وحدہ کی عبادت کرتے رہے۔یہ اس کا کوئی شریک نہیں بناتے تھے۔وہ قیامت روز حشر جنت و دوزخ اور مَرنے کے بعد جی اٹھنے پر یقین رکھتے تھے۔غریبوں مسکینوں سب کا خیال رکھتے تھے۔

آہستہ آہستہ جوں جوں نبوت کا زمانہ دور ہوتا گیا۔تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی کو دیکھنے کے لیے ان کی نظریں کمزور ہوتی گئیں۔اور جہالت نے بھی اپنا کام دکھانا شروع کر دیا اور نفس پرستی کا لالچ بھی نمایاں ہونے لگا۔



عربوں میں بت پرستی کا آغاز

حضرت الیاس کے تین بیٹے مدرکہ۔طانجہ اور قمعہ تھے۔ان کی والدہ کا نام خندف تھا۔جو یمن کی رہنے والی تھی۔حضرت الیاس کے تیسرے بیٹے قمعہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔اس کا نام لحی رکھا گیا اور لحی سے عمرو بن لحی پیدا ہوا۔اور یہی عمرو بن لحی نے بت پرستی کی بنیاد ڈالی۔ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ محمد بن حرث ایسی روایت کرتے ہیں کہ ابو صالح لقمان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ حضور علیہ السلام حاکم بن جون خزاعی سے فرما رہے تھے۔کہ میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا ہے۔کہ اس کی انتڑیاں آگ میں گھسیٹی جا رہی ہیں۔میں اس میں اور تجھ میں نہایت مشابہت جسمانی دیکھ رہا ہوں حاکم نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں یہ مشابہت جسمانی مجھے نقصان نہ پہنچائے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں تو مومن ہے۔اور وہ کافر تھا۔وہ وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کو تبدیل کیا۔اور بتوں کو نصب کیا۔اور بحیرہ۔صائبہ وصیلہ اور حامی کی حمایت کی (سیرت ابن ہشام۔۲۳۱۔۶۲)

عمرو بن لحی جب بالغ ہوا تو اس نے بنی اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر بنی جرہم کے ساتھ جنگ کی۔اور انہں شکست دے کر مکہ سے جلاوطن کر دیا اور خود کعبہ کا متولی بن گیا۔اسے کوئی بڑا مرض لاحق ہو گیا۔کسی نے اس کو بتایا کہ ملک شام میں بلقاء کے مقام پر گرم پانی کا ایک چشمہ ہے۔اس میں غسل کرو تو صحت مند ہو جاؤ گے۔اس نے ایسا ہی کیا۔اور صحت مند ہو گیا۔ وہاں پر اس نے لوگوں کو دیکھا کہ بتوں کی پرستش کر رہے ہیں۔ان کے بارے میں اسے بتایا گیا کہ ہم ان سے (نعوذ باللہ) بارش طلب کرتے ہیں۔حاجتیں پوری کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ اس نے ان سے چند ایک بت لیے اور کعبہ معظمہ میں آ کر اس کے ادرگرد نصب کر دیے اور اہل عرب کو بتوں کو پرستش کی دعوت دی۔اس طرح عربوں میں بت پرستی کا آغاز ہوا۔علامہ علی بن برہان الدین اپنی کتاب سیرت الحلبیہ میں لکھتے ہیں کہ

''عمرو اہل عرب کے لیے رب بن گیا۔اِن میں جس نئی بات کا آغاز وہ کرتا تھا۔لوگ اسے دین سمجھ لیتے تھے۔اس کی یہ وجہ تھی کہ وہ موسم حج میں لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا۔اور انہیں لباس پہنایا کرتا تھا۔اور بسا اوقات موسم حج میں دس دس ہزار اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیتا۔اور ناداروں کو لباس پہناتا تھا۔یہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کو تبدیل کیا۔'' (سیرت حلبیہ ا۔۱۰ ضیاالنبی ا۔۳۰۵)

یہ عمرو تین سو چالیس سال تک زندہ رہا اور اس نے اپنے بیٹوں اور پوتوں سے ایک ہزار جنگ جو لڑکوں کو دیکھا۔اور اس کے خاندان نے پانچ سو سال تک حکمرانی کی (سیرہ الحلبیہ ا۔۱۱ ضیاالنبی ا۔۳۰۶) اس گمراہی نے اتنی ترقی کی کہ اس کے بعد ہر ہر قبیلہ نے اپنا اپنا خدا بنا لیا ہے۔اپنے لیے بت بنا لیے اور ان کی عبادت کی جانے لگی۔

قریش کے قبیلہ نے اپنے بت بنا لیے۔ان میں سے ایک کعبہ معظمہ کے اندر اور کچھ کو باہر نصب کر دیا۔ان کا بڑا بت

ہبل تھا۔ یہ سرخ عقیق کا بنا ہوا تھا۔ اور اس کی شکل انسان کی سی تھی۔ اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹ گیا تھا۔ قریش نے اس کے ہاتھ سونے کا ہاتھ لگا دیا تھا۔ اس بت کو سب سے پہلے خزیمہ بن مدرکہ نے نصب کیا۔ اس لیے اس بت کا نام ہبل خزیمہ پڑ گیا۔ اہل عرب جب کسی کام کا آغاز کرنا چاہتے تو ایک بوری تیروں سے بھری ہبل بت کے پاس لاتے اور اس میں سے تیر نکالتے ۔ یہ بوری تین قسم کے تیروں سے بھری ہوتی ایک اتیروں پر نعم ایک پر لا لکھا ہوتا تھا۔ اور کچھ تیر خالی ہوتے تھے۔

اگر نعم کا تیر نکل آتا تو وہ کام کر لیتے تھے۔ اگر لا کا تیر نکلتا تو وہ کام نہیں کرتے تھے۔ اور اگر خالی تیر نکلتا تو پھر قال ڈالتے تھے۔

ابن الکلبی کے مطابق ہبل کعبہ شریف کے اندر نصب تھا اس کے سامنے فال نکالنے والے سات تیر تھے۔ ایک پر صریح کا لفظ دوسرے پر ملصق کا لفظ تھا۔ ملصق کا مطلب زبردستی ملایا گیا تھا۔ اگر کسی بچہ کے نسب کے متعلق ان کو شک ہوتا تو اس بچہ کو بت کے سامنے لاتے تھے اور اگر تیر صریح کا نکلتا تو اس بچہ کے اصلی اس کے باپ کے ہونے کے متعلق کہا جاتا اور اگر ملصق کا تیر نکلتا تو اس بچہ کو حرامی قرار دے دیا جاتا تھا۔ اس طرح میت کے لیے بھی تیر تھے۔ اور تین اور تیروں کے متعلق مؤرخین لاعلم ہیں۔ (تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم ا۔ ۶۹۔ ۷۰ ضیاالنبی ا۔ ۳۱۷)

قریش نے کعبہ شریف کے اردگرد ہر ہر قبیلے کے خدا کا مجسمہ نصب کر دیا ہوا تھا۔ تاکہ اپنے قبیلے کے خدا کو جب وہ حج کے موسم میں آئیں تو دیکھ کر خوش ہوں۔ اس طرح ان کی تعداد تین سو ساٹھ ہوگئی تھی۔

پورے عرب میں مختلف قسم کے بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ یہ بُت بعض کسی مکان کی شکل کے۔ بعض درختوں کے جھنڈ کی شکل کے بعض گھڑے ہوئے پتھر اور بعض ان گھڑے پتھر بھی تھے۔

بعض عربوں کی عادت تھی کہ اگر ان ایک پتھر سے کوئی اچھا پتھر مل گیا تو اُس پہلے پتھر کو پھینک دیتے تھے۔

اور دوسرے پتھر کو معبود بنا لیتے تھے۔ ان کا سب سے پرانا بت لات تھا۔ یہ ساحل سمندر پر قدید کے مقام پر نصب تھا۔ یہ مکہ اور مدنیہ کے درمیان ایک قصبہ تھا۔ ازد۔ اوس اور خزرج کے قبائل اس کی عبادت کرتے تھے۔ ۸ ھ میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجل نے حضور علیہ السلام کے حکم مبارک سے اس کو ٹکڑے ٹکڑے فرما دیا تھا۔

ایک اور بت مناۃ تھا۔ یہ طائف کے مقام پر نصب تھا۔ یہ مربع چٹان کی شکل کا تھا اور اس کے اوپر ایک مکان بنا ہوا تھا۔ نبی ثقیف اس کے خدمت گار تھے ایک اور بت کا نام عزیٰ تھا۔ یہ وادی نخلہ میں درختوں کے ایک جھنڈ کی شکل میں تھا۔ عرب لوگ عقیدت کی وجہ سے اپنے بیٹوں کے نام ان بتوں کے ناموں پر رکھتے تھے۔

القرآن: وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿٢٠﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿٢١﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾

(سورۃ نجم، ۲۰ تا ۲۲)

ترجمہ: (اے کفار) کبھی تم نے غور نہیں کیا کہ لات وعزیٰ کے بارے میں اور تیسرے منوۃ کے بارے میں کیا

تمہارے لیے تو صرف بیٹے ہیں اللہ کے لیے نری بیٹیاں یہ تقسیم تو بڑی ظالمانہ ہے۔ 

ان کا ایک اور بت ینبع کی سر زمین میں ''سواع'' نام کا تھا۔ اس کے محافظ و خدمت گار بنولحیان تھے۔ ایک اور بت ''ود'' نام کا تھا یہ زومتہ الجندل میں تھا۔ اور بنی کلب اس کے خدمت گار تھے۔ اور بنی حمیر نے ''نسر'' کو اہل حیوان نے یعوق کو اور اہل جرش نے یغوث کو اپنا رکھا تھا اور اس کی عبادت کرتے تھے۔ انہی بتوں کی پرستش حضرت نوح علیہ السلام کی قوم بھی کیا کرتی تھی۔ (بلوغ الارب ۲۔۲۰۱ تا ۳۔۲ ضیاالنبی ا۔۳۱۵ تا ۳۱۸)

اہل مکہ کی بد اعتقادی کی ایک اور مثال سنیے۔ ایک مرد اساف بن لعلہ تھا اور ایک عورت نائلہ بنت زید تھی۔ یہ دونوں بنی جرہم قبیلہ سے تھے۔ یہ دونوں یمن سے قافلہ کے ساتھ حج کے لیے آئے اور کعبہ میں اندر داخل ہوئے۔ وہاں کوئی اور آدمی نہیں تھ۔ا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر میں بدفعلی کا ارتکاب کیا۔ اللہ جل شانہ نے ان دونوں کو وہیں پتھر کا بنا دیا۔ لوگون نے ان کو اٹھا کر کعبے کے پاس رکھ دیا تا کہ لوگ ان سے عبرت پکڑسکیں۔ کچھ عرصہ بعد اہل مکہ نے ان کے بت اساف اور نائلہ بنا لیے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگنے لگے۔ اور اس بات کی ان کو شرم بھی نہیں آتی تھی۔

حضور علیہ السلام نے جب کعبہ معظمہ فتح فرمایا تو ان تمام بتوں کو گرا دیا اور باہر پھینک دیا اور دور ونزدیک کے مشہور بتوں کی طرف بھی اپنے لشکر کے آدمی بھیجے اور اِن کو نیست و نابود کر کے جلا دیا گیا۔

کافروں نے ایک خدا کو چھوڑ کر اپنی حاجتوں کے لیے مختلف قسم کے بت بنائے ہوئے تھے کوئی بارش برسانیکے لیے کوئی روزی دینے کے لیے کوئی جنگ کے لیے کوئی اولاد دینے کے لیے وغیر وغیرہ۔

حالانکہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا وہ ایک خدا ہی کو جانتے تھے۔ اور یہ جانتے تھے۔ کہ سورج و چاند ستارے سب پیدا کرنے والا ایک ہی خدا وحدہ لا شریک ہے۔ لیکن پھر ان کے دماغ الٹ جاتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کو نہیں مانتے تھے اور اہل عرب میں سے ہر خاندان کے ہر ہر فرد نے اپنا اپنا علیحدہ گھر میں بت رکھا ہوا تھا اور عرب لوگ ان بتوں کے نام پر اپنے جانور بھی ذبح کیا کرتے تھے۔ تا کہ یہ بت ان کی اور زیادہ مدد کرسکیں۔

اہل عرب میں سے بعض لوگ سورج کی پوجا بھی کیا کرتے تھے۔ یہ اس کو ایک فرشتہ عقل ونفس والا سمجھتے تھے۔ یہ اس کو سجدہ کرتے تھے۔

بنی کنانہ میں سے بعض لوگ چاند کی پرستش کرتے تھے کچھ لوگ ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔ بنی تمیم میں سے کچھ لوگ ''الابران'' نامی ستارہ کی پرستش کرتے تھے۔

اور لخم، خزاعہ قریش کے بعض قبائل اشعری ستارہ کی پرستش کرتے تھے۔ بنی طے کے لوگ ثریا'' ستارے کی پرستش کرتے تھے۔

کچھ تھوڑی تعداد کے اہل عرب فرشتوں کی اور کچھ اہل عرب جنات کی پرستش کرتے تھے۔

ایک اور اہل عرب کا گروہ دو خداؤں کونعوذ باللہ مانتا تھا ایک نیکی اور ایک برائی کا خدا۔علاوہ بعض لوگ صائبین کی قسم کے تھے دراصل انہی لوگوں کی اصلاح کے لیے اللہ جل ثانہ نے حضرت سیدنا ابراہیم نبی علیہ السلام کو معبوث فرمایا تھا ان کی عبادت گاہوں میں ایک سیارہ کی تصویر ہوتی تھی۔شمش۔قمر۔زہرہ۔مشتری مریخ۔عطارد اور زحل کے لیے الگ الگ ہیکل تعمیر کیے ہوئے تھے۔یہ ان سے دعائیں مانگتے۔قربانیاں کرتے اور مسلمانوں کی طرح ان کی پانچ نمازیں ہوا کرتی تھیں۔

اور بعض لوگ ایسے تھے جن کو دہریون (دہرے) کہا جاتا تھا آج بھی روس میں یہ اکثر پائے جاتے ہیں۔یہ لوگ نعوذ باللہ کائنات کے خالق کا ہی انکار کر دیتے ہیں۔اور کہتے ہیں۔کہ عالم قدیم ہے۔ہمیشہ سے ہے۔اور ہمیشہ رہے گا۔اور یہ عالم خود کائنات کے تمام اجزاء کو آپس میں اکٹھا کیے ہوئے ہے۔ان لوگوں کو معطلہ بھی کہتے ہیں۔یہ لوگ نہ قیامت کو مانتے ہیں۔نہ انبیاء علیہ السلام کو مانتے ہیں یہ لوگ کہتے ہیں۔کہ طبیعت زندہ کرتی ہے۔اور دہر زمانہ فنا کرتا ہے۔

ان میں سے بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ ہر چیز خود بخود ہی پیدا ہوگئی ہے۔اس کو پیدا کرنے والا (نعو دباللہ) کوئی نہیں ہے۔

اور بعض اہل عرب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے عقائد پر تھے اور ستاروں کی پوجا کرتے اور عبادت گاہیں بناتے تھے۔

اور ان میں سے بعض لوگ کعبہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے روزے رکھتے اور حج کرتے اور حلال وحرام کی تمیز کرتے اور محارم سے نکاح نہیں کرتے تھے۔۔یہ لوگ ہر دین سے اچھی چیزیں جمع کر کے ان کی پیروی کرتے اور روحوں کے توسل کے قائل تھے۔تا کہ یہ خدا کا قرب حاصل کر سکیں۔ادھر یہ ان کو شفیع مانتے تھے۔اور کہتے تھے کہ روحیں چونکہ جسم نہیں رکھتیں اس لیے یہ ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہیں یہ لوگ چونکہ کوئی ایک دین نہیں رکھتے تھے۔اس لیے ان کو صابی کہا گیا ہے۔

(بلوغ الارب۔ ۲۲۵ تا ۲۲۶ ضیاالنبی خلاصہ صحفہ ۳۲۷ تا ۳۳۲)

علاوہ حمیر میں پہلے مجوسی اور سورج کے پجاری بھی تھے۔پھر یہاں یہودی مذہب کو غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔
ربیعہ۔غسان اور قضاعہ کے بعض لوگوں نے نصرانیت قبول کر رکھی تھی۔

حق پرست لوگ

باوجود ان سب خرافات اور عقیدوں کے بعض اہل حق پرست بھی تھے۔جنہوں نے کوئی بھی باطل عقیدہ نہیں اپنایا ہوا تھا۔

ان میں سے قس بن ساعدہ الاپادی تھا۔اس نے ۳۸۰ برس کی عمر پائی۔حضور علیہ السلام کا زمانہ بھی پایا۔اور حضور علیہ السلام کے ارشادات کو بھی سنا۔ایک اور زید بن عمرو بن نفیل تھے۔یہ بھی اپنے اہل وطن کے مشرکانہ عقائد سے شروع ہی سے باغی تھے۔اور نفرت کرتے تھے۔اور یہ ملت ابراہیمی کے پیروکار تھے۔حضرت عامر بن ربیعہ سیان سے اِن کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کو کہا کہ میں نے اپنی قوم کے باطل عقیدہ کو ترک کر دیا ہے۔اور ملت ابراہیمی کا اتباع کر لیا ہے میں اس خدا کی عبادت

کرتا ہوں جس کی اسماعیل علیہ السلام اس گھر کی طرف منہ کر کے کیا کرتے تھے۔ میں ایک نبی علیہ السلام کا انتظار کر رہا ہوں ﷺ جو حضرت اسماعیل علیہ السلام اور پھر حضرت عبدالمطلب کی پشت سے ہوں گے، لیکن میرا خیال ہے میں اِن نبی علیہ السلام کا زمانہ نہیں پا سکوں گا۔ اگر تیری عمر دراز ہوئی تو تو نبی علیہ السلام کا زمانہ پائے گا۔ ان کی خدمت عالیہ میں میرا سلام عرض کرنا۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مشرف بہ السلام ہوئے تو انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں ان کا سلام پہنچایا۔ حضور علیہ السلام نے جواب دیا اور ان پر رحمت بھی بھیجی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں اس کو جنت میں اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی چادر کا پلو گھسیٹتے ہوئے جا رہے ہیں۔

ان میں سے اسعد ابو کرب الحمیری بھی ہیں حضور علیہ السلام کی بعثت سے ساٹھ سال قبل اس نے شعر کہے اور ان میں اپنے اسلام لانے اور حضور علیہ السلام پر ایمان لانے کے متعلق بتایا ہے۔

شَہِدْتُ عَلٰی اَحْمَدَ اَنَّہٗ
رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ بَارِئِ النَّسِمِ

میں گواہی دیتا ہوں اس بات پر کہ حضرت احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وہ اللہ جو روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔

ان میں سیف بن یزن بھی تھا۔ اس نے حبشیوں سے اہل یمن کو نجات دلائی تھی اس وقت حضور علیہ السلام کی ولادت پاک ہو چکی تھی۔ لوگ اسے جوق در جوق مبارک بادیں دینے کے لیے آرہے تھے۔ ان میں سے حضرت عبدالمطلب بھی اس کے پاس گئے آپ نے ان کو شاہی مہمان خانے میں ایک مہینہ تک ٹھہرائے رکھا اور ایک دن تخلیہ میں آپ سے کہنے لگا۔ کہ میں آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں کہ آپ کی پشت سے حضرت احمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پیدا ہوں گے۔ یا ہو چکے ہیں۔ ان کے والدہ والد فوت ہو جائیں گے۔

اور ان کے دادا اور چچا ان کی کفالت کریں گے ان کی برکت سے بت پاش پاش ہو جائیں گے۔ آتش کدے بجھ جائے گے۔ ان کے دشمن ذلیل وخوار ہوں گے اور اے عبدالمطلب آپ ان کے دادا ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبدالمطلب سجدے میں گر پڑے۔ رخصت کے وقت بادشاہ نے آپ کو دوسرے لوگوں سے دس گناہ زیادہ انعامات دیے۔

(بلوغ الادب ۲۔۲۶۶ ضیا النبی خلاصہ صفحہ ۳۳۴ تا ۳۴۱)

اہل حق میں سے ورقہ بن نوفل تھے ان کا سلسلہ قصی میں حضور علیہ السلام کے سلسلہ نسب سے جا ملتا ہے۔ یہ بتوں سے نہایت بے زار تھے۔ اور اللہ جل شانہٗ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے۔ کئی ملکوں کا سفر کیا۔ اور متعدد اہل علم سے ملاقاتیں کیں آپ حضور علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔

حضرت امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ورقہ بن نوفل کا قول نقل کیا ہے ۔جس کا ترجمہ ہے ۔

جب ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کو لے کر حضرت ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں تو آپ نے انہیں بتایا کہ یہ وہ فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ اے کاش میں اس وقت جوان ہوتا۔ اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا۔ جب آپ علیہ السلام کی قوم آپ علیہ السلام کو یہاں سے جلا وطن کر دے گی۔ رسول ﷺ نے پوچھا۔ کہ کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ ہاں جو کوئی آدمی بھی امانت لے کر آیا جو آپ علیہ السلام لے کر آئے ہیں۔ مگر یہ کہ اس کے ساتھ عداوت کی گئی۔ اگر آپ کا وہ دن میں پا لوں تو میں آپ علیہ السلام کی مدد کروں گا۔ پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ وفات پا گئے۔

ان کے علاوہ بھی کئی ایک لوگ اہل حق پرست تھے۔

اہل عرب کی عبادات

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تین ہزار سال تک اہل عرب میں کوئی نبی علیہ السلام نہیں آئے اس زمانہ کو فترت کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وحی کا سلسلہ منقطع رہا۔ پہلے پہل تو دین ابراہیم علیہ السلام کی صحیح اتباع ہوتی رہی۔ آہستہ آہستہ اس دین میں لوگوں نے حرافات ڈالنا شروع کر دیں تو دین ابراہیم وہ نہ رہا۔ جس کو لے کر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تھے۔ اور جس کی تعلیم دی تھی۔ یہ لوگ دین ابراہیمی علیہ السلام کے مطابق تو مردوں کے کفن دفن کا انتظام کرتے لیکن نماز جنازہ پڑھنے کی بجائے مردے کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے تھے۔

(بلوغ الارب ۲۔ ۲۸۸ ضیاالنبی۔ ا۔ ۳۴۵)

اور اسی طرح ان کا حج و عمرہ بھی ہوتا تھا۔ اور ان کی تلبیہ یہ تھی جس کا ترجمہ ہے۔

حاضر ہیں ہم اے اللہ حاضر ہیں ہم تیرا کوئی شریک نہیں۔ بجز اس شریک کے جس کا تو مالک ہے اور اس کی ہر چیز تیری ملکیت ہے۔

اہل مکہ اپنے آپ کو افضل سمجھتے تھے۔ اور عرفات کے میدان میں وقوف حج کے لیے نہیں جاتے تھے۔ وہ عموماً طواف بھی نہیں کرتے تھے یہ اپنے آپ کو "نحن الحمس" حرم کے اندر رہنے والے کہتے تھے۔ یہ لوگ حالت احرام میں گھی یا پنیر نہیں کھاتے تھے نہ بالوں کے بنے ہوئے خیموں میں رہتے تھے۔ حاجی لوگ جو کھانا ساتھ لاتے تھے۔ حرم میں اس کو کھانا منع تھا اور نہ ہی وہ ان کپڑوں میں طواف کر سکتے تھے۔ جو گھر سے پہن کر آئیں۔ بلکہ وہ اہل حرم سے کپڑے مستعارے کر پہنتے تھے۔ اگر کسی کو کپڑے نہ ملتے تو وہ برہنہ ہو کر طواف کرتا۔ اس طرح عورتیں بھی برہنہ ہو کر طواف کرتی تھیں۔ صرف ایک چھوٹی سی کھلی قمیض ان کے بدن پر ہوتی تھی۔



اہل عرب کی بُری عادات

قحط سالی میں یہ لوگ گائے کی دم کے ساتھ درختوں کی خشک ٹہنیاں لگا کر انہیں آگ لگا دیتے تھے۔ اور اسے دشوار گھاٹیوں مین چھوڑ دیتے تھے۔ اور اس طرح خیال کرتے تھے۔ کہ بادل اُمڈ کر آئیں گے اور بارش برسے گی۔

اگر ان کا کوئی سردار مر جاتا تو اس کی قبر کے ساتھ ایک گڑھے میں اس کی اونٹنی یا اونٹ کی گردن باندھ کر اس کو چھوڑ دیتے یہاں تک کہ وہ بھوکی پیاسی مر جاتی یا اس آدمی کی قبر پر اونٹ یا اونٹنی کی چاروں کونچیں کاٹ کر اسے تڑپتا چھوڑ دیتے تھے۔ اس طرح ان کے خیال میں مرنے والے کو قبر سے اُٹھنے کے بعد سواری نصیب ہوگی۔ یا اس مرے ہوتے آدمی کی کھال اُتار کر اس میں ''تمامہ'' نامی گھاس بھر دی جاتی تھی۔

ان لوگوں کے عقیدے کے مطابق جب کوئی آدمی قتل ہو جاتا تھا۔ تو اس کی روح اس کی قبر پر چکر کاٹتی رہتی تھی۔ جب تک کہ اس کے قاتل سے قتل کا انتقام نہ لے لیا جائے۔ اس لیے اس کے پس ماندگان کو قاتل کو معاف کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔

اگر کسی گاؤں میں کوئی وبا یا بیماری پھوٹی ہوئی تو یہ لوگ اس گاؤں کے دروازے پر کھڑے ہو کر پہلے تعشیر کرتے یعنی گدھے کی طرح ہینگتے اور خرگوش کا ٹخنہ اپنے گلے میں بھاندتے اس طرح وہ سمجھتے کہ ہمیں کوئی وبا یا بیماری اب نہیں لگ سکے گی۔

اس کے علاوہ یہ سفر پر جاتے وقت کسی درخت کے ساتھ دھاگہ باندھ دیتے تھے واپسی پر اگر یہ دھاگہ سلامت ہوتا تو یہ سمجھتے کہ ہماری بیوی نے ہمارے پیچھے خیانت نہیں کی اور اگر یہ دھاگہ ٹوٹا ہوا ہوتا تو سمجھتے کہ ہماری بیوی نے ہمارے پیچھے بدکاری کی ہے اس دھاگے کو امرتم کہتے تھے۔ علاوہ کسی آدمی کے قتل پر یہ لوگ نوحہ خوانی کرتے اور اپنے رخساروں کو پیٹتے تھے۔ گریبان پھاڑ دیتے اور سر منڈوا دیتے تھے۔

اگر کسی عورت کا بچہ زندہ نہ رہتا تو وہ کسی قتل ہونے والے کی نعش کو روندتی تھی۔ اس طرح کرنے سے ان لوگوں کے خیال میں اس عورت کے ہاں جو بچہ پیدا ہوتا تھا۔ وہ زندہ رہتا تھا۔

مقتول کی دیت

عام طور پر تو مقتول کی دیت ایک سو اونٹ مقرر تھی لیکن اگر کوئی بڑا آدمی قتل ہو جاتا تو اس کی دیت ہزار اونٹ مقرر تھی۔ اگر مقتول کا قبیلہ بڑا طاقتور ہوتا تو دیت کو قبول نہیں کرتا تھا۔ اور اگر قبیلہ کمزور ہوتا۔ تو وہ اپنی خفت مٹانے کے لیے ایک تیر آسمان کی طرف چلاتا تھا اور وہ خیال کرتا تھا کہ اگر یہ تیر خون سے سُرخ آئے گا۔ (جو کہ کبھی نہیں آتا تھا) تو دیت قبول نہیں کریں گے۔ بعد دیگر دیت کو قبول کر لیا جاتا تھا۔



معاقرہ

عربوں کے ہاں ایک اور بڑی قبیح رسم تھی۔ ایک آدمی اگر ایک اونٹ ذبح کرتا تو اس کا شریک دوسرا آدمی دوسرا اونٹ ذبح کرتا تھا۔ پہلا آدمی پھر دو اونٹ ذبح کر دیتا۔ دوسرا آدمی تین اونٹ ذبح کر دیتا اس طرح مقابلہ کرتے کرتے دو دو سو اور تین تین سو اونٹ تک ذبح کر دیتے تھے۔ یہ قربانیاں محض دکھاوے اور بڑائی کے لیے ہوتی تھیں۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ کے زمانے میں بھی ایک آدمی نے دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے تین سو اونٹ ذبح کر ڈالے۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ نے لوگوں کو ان کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا اور حکم دیا کہ اس گوشت کو ایک میدان میں ڈال دو۔ کوے اور چیلیں وغیرہ اس گوشت کو کھاتی تھیں۔

اس طرح یہ لوگ اپنی چراگاہوں پر دوسرے کو قریب بھی بھٹکنے نہ دیتے تھے۔ یہ لوگ اپنی چراگاہیں بدلتے رہتے تھے اور جو کوئی چراگاہ اچھی نظر آجاتی وہاں جا کر ڈیرا لگا لیتے۔ یہ کتے کو اونچی جگہ پر کھڑا کر دیتے اس کے بھونکنے کی آواز جہاں جہاں تک جاتی وہاں تک چراگاہ کی حد ہوتی تھی۔ اور کوئی بھی دوسرا اس چراگاہ میں اپنے جانور نہیں چرا سکتا تھا۔

ان کی اس کے علاوہ اور رسمیں بحیرہ سائبہ اور وصیلہ تھیں۔

رسم بحیرہ میں جو اونٹنی دس بچے جنتی تھی۔ اس کا کان چیر دیا جاتا تھا اور اس کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ وہ جہاں پھرتی اس کوئی نہ چھیڑتا تھا۔

سائبہ وہ اونٹنی ہوتی تھی۔ جو بتوں کے لیے چھوڑ دی جاتی تھی۔ اور ان بتوں کے خدمت گاروں کو دے دی جاتی تھی۔ اور اس کا دودھ ضرورت مندروں اور مسافروں کے بغیر کوئی نہیں پی سکتا تھا۔ نہ اس پر سواری کی جاتی اور نہ اس پر بوجھ لادا جاتا تھا۔

وصیلہ اس بھیڑ کو کہتے تھے جو سات مرتبہ دو دو بارہ بچے جنتی تھی۔ اور آخری مرتبہ ایک مادہ اور ایک نر جنتی تو کہا جاتا تھا۔ ''وصلت اخاھا'' کہ اس نے اپنے بھائی کو ملا دیا ہے۔ اس کی ماں کا دودھ صرف مرد پی سکتے تھے۔ اور عورتیں نہیں پی سکتی تھی۔ اور یہ آزاد چرنے کے لیے چھوڑ دی جاتی تھی۔ کوئی اس کو منع نہیں کرتا تھا۔

اس کے علاوہ ان کی رسم الحام تھی۔ اس میں ''نر'' اونٹ جس کا بچہ جُفتی کے قابل ہو جائے اس کو بھی چرنے پانی پینے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا کوئی اسے منع نہیں کرتا تھا۔

شادی بیاہ

یوں تو شریف لوگ اسلامی طریقے سے ہی شادی بیاہ کرتے تھے۔ لیکن چند ایک اور طریقے بھی لوگوں میں مروج ہو چکے تھے۔

بعض لوگ اپنی منکوحہ عورتوں کو کسی بڑے آدمی کے پاس بھیجتے تا کہ اس سے جو بچہ پیدا ہو۔ وہ کہہ سکیں کہ یہ اس بڑے



آدمی کے بیٹے کا باپ ہے۔

بعض لوگ آٹھ یا نو کی تعداد میں ایک عورت سے اس کی اجازت سے ہم بستری کرتے اور اگر اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ سب کو بلاتی کوئی نہ آنے کی جرات نہ کرتا اور وہ جس سے چاہتی اس بچے کی نسبت اس سے کر دیتی تھی لیکن اگر بچی ہوتی تو وہ کسی کو نہیں بلاتی تھی۔

بدکار عورتیں اپنے گھروں کے اوپر جھنڈے لگاتی تھیں۔ یہاں کھلے عام یہاں بدکاری ہوتی تھی۔ اور اگر بچہ پیدا ہو جاتا تو قیافہ شناس کو بلایا جاتا اور وہ جس کو چاہتا بچے کو اس کے نسب کی نسبت کر دیا جاتا تھا۔

یہ بدکاری کرنے والی عورتیں عموماً لونڈیاں وغیرہ ہوتی تھیں۔ ان کے مالک ان سے یہ کام کرواتے تھے ویسے عام طور پر کھلے عام بدکاری کے چرچے کو بُرا سمجھا جاتا تھا۔ اور بدکاری چھپ کر کرنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھی جاتی تھی۔علاوہ ایک اور برا طریقہ یہ تھا۔ کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو دوسرے مرد کے پاس اور دوسرا مرد اپنی بیوی کو پہلے مرد کے پاس ہم بستری کے لیے بھیج دیتا تھا۔ علاوہ نکاح مُتعہ کا بھی رواج تھا۔ اس میں بغیر گواہوں کے ایک عورت مقررہ وقت کے لیے مقررہ پیسوں کے ساتھ مقرر دن تک اُس مرد کے ساتھ میاں بیوی کی طرح رہ سکتی تھی۔

بچیوں کا زندہ دفن کرنا

اس کا رواج عام طور پر تمام قبیلوں میں تھا۔ خاص کر بنوتمیم میں اس کا رواج بہت زیادہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے۔

بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹

ترجمہ: اس کو کس جرم میں قتل کیا جاتا تھا۔ (سورۃ تکویر، ۹)

جس لڑکی کو انہوں نے زندہ رکھنا ہوتا تھا۔ اس کو یہ لوگ عام سا لباس پہنا کر سخت دھوپ میں بکریوں بھیڑوں وغیرہ کی رکھوالی کے لیے صحرا وغیرہ میں بھیجتے اور اس کو بالوں سے بنا ہوا لباس پہناتے اور جس بچی کو زندہ دفن کرنا ہوتا اس کو سات سال تک بہت لاڈ و پیار اور ناز و نعم سے پالتے تھے۔ اور پھر جس دن اس کو دفن کرنا ہوتا تو باپ اس کو اچھے کپڑے پہنا کر باہر جنگل میں لے جاتا اور ایک گڑھا کھود کر یا کسی کنویں میں گرا کر اوپر سے مٹی ڈال کر اس میں زندہ دبا دیتا تھا۔

(ضیاالنبی ا، خلاصہ ۳۴۸ تا ۳۶۴)

ایسے ہی ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔ حضور علیہ السلام نے اس کو اپنی بیٹی کو زندہ دفن کرنے کا واقعہ سنانے کو کہا۔ اس نے حضور علیہ السلام کو پورا واقعہ سنایا۔ جب اس نے حضور علیہ السلام کو بتایا کہ میں نے کس طرح اس بچی کو گڑھے میں گرا کر زبردستی اس پر مٹی ڈالتا گیا۔ حتیٰ کہ میں نے اسے اس میں دفن کر دیا اور وہ مجھے یا ابا یا ابا کہہ کر پکار رہی

تھی ۔حضور علیہ السلام اس کا واقعہ سن کر روتے جاتے تھے اور یا ابا یا ابا (اس لڑکی کے الفاظ) کو دہراتے جاتے تھے ۔ 35

ہمارے رحیم و کریم آقا کتنے مہربان ہیں ۔کہ آپ ﷺ نے امت مرحومہ کو کن کن بڑائیاں سے نجات دلائی اور تمام قبیح عادات کو ختم کرا کر انسانیت پر کتنا عظیم احسان فرمایا۔ آقا علیہ السلام کی شان رفیع کتنی بلند ہے ۔اور حضور علیہ السلام کتنے شفیق و مہربان اور غم گسار اور ہمدرد ہیں ۔ اور ہماری اپنی جانوں سے بھی زیادہ ہم پر مہربان ہیں ۔کیونکہ ہم اپنی جانوں پر ہر وقت ظلم کرتے رہتے ہیں ۔اور حضور علیہ السلام ہر وقت ہم کو آگ کے عذاب سے بچاتے رہتے ہیں ۔

حضور علیہ السلام کے اس دنیا مین تشریف لانے سے پہلے پوری دنیا پر کس طرح گمراہی کا راج تھا۔کس طرح لوگوں نے لاکھوں معبود بنا لیے ہوئے تھے ۔ آقا علیہ السلام نے سب کو ایک خدائے وحدہ لا شریک کی پرستش کرنے کا حکم فرمایا۔جس معاشرے کی یہ حالت ہو۔کہ وہ برہنہ ہو کر کعبہ معظمہ کا طواف کریں ۔تو پھر ان کی شرم وحیا کی دوسری جگہوں پر کیا حالت ہوگی ۔

کس طرح یہ لوگ اپنی بہادری اور غیرت کے نام پر قتل وغیرت کا بازار گرم کیے رہتے تھے ۔اور ان کی معمولی معمولی باتوں پر لڑائیاں پشت ہا پشت چلتی رہتی تھیں ۔

ایسے میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی رحمت جوش میں آئی ۔اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنے پیارے محبوب اپنے پیارے نبی اپنے پیارے رسول اپنے پیارے پسندیدہ اپنے پیارے مختار کل ﷺ کو لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا۔

اور حضور علیہ السلام کی آمد پاک سے معاشرے میں ایک ایسا انقلاب پیدا ہو کہ تاریخ عالم اتنے بڑے انقلاب کی مثال دینے سے قاصر ہے اور اس سارے انقلاب میں کوئی خون کے دریا نہیں بہنے کوئی لاشوں کے انبار نہیں لگے ۔حضور علیہ السلام کی شرمیلی مازاغ کی آنکھوں نے لوگوں کے دلوں کو گھائل کر لیا۔اور لوگ ایسے گھائیل ہوئے کہ وہ مرغ بسمل کی طرح حضور علیہ السلام کے قدموں میں ہی لوٹ پوٹ ہو گئے ۔حضور علیہ السلام کے عشق میں انہوں نے گھر بار چھوڑا بیوی بچے چھوڑے ۔ اپنی جائیدادیں چھوڑیں ۔اپنے ملکوں کی بادشاہتوں کو خیر باد کہا۔اپنی بھیڑ بکریوں اونٹوں محلات باغات اور زمینوں جائیدادوں کو چھوڑا جو ایک دفعہ آ گیا اور رخ انور رخ زیبا کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر لیا۔تو وہ پیاری صورت اس کے دل میں بس کر رہ گئی ۔کوئی بدقسمت اور دِل کا کا اندھا ہی ہوگا۔ جو کہ آقا علیہ السلام کے قدموں پر فدا نہ ہوا ہوگا۔ ایک شاعر کہتا ہے ۔کہ یا رسول اللہ ﷺ مصر کی عورتوں نے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر اپنی انگلیوں کو کاٹ لیا تھا۔اور آقا علیہ السلام کو دیکھ کر تو لوگ اپنے گلوں کو بھی کاٹ لیں تو بھی ان کو خبر ہی نہ ہو۔

اللہ جل شانہٗ نے تین ہزار سال کے بعد سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد حضور علیہ السلام کو مکہ مکرمہ میں کعبہ معظمہ کے دروازے کے عین سامنے گھر میں حضور علیہ السلام کو پیدا فرما کر انسانیت پر احسان عظیم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی ہر دم حضور علیہ السلام کی برکتوں سے ہم سب کو بہرہ ور فرمائے اور قبر میں حشر میں پل صراط پر اور میزان پر حضور علیہ السلام کی شفاعت سے بہرہ ور فرمائے اور حضور علیہ السلام کے پیچھے پیچھے ہم گناہ گاروں کو بھی چپکے سے

جنت میں داخل فرما دے۔ اور جنت الفردوس میں حضور علیہ السلام کی ہمسائیگی میں ہمیشہ رکھے۔کہ حضور علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کے خدائے پاک کو دیکھ کر ہر دم ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی رہیں۔ اور سینہ محبتوں سے لبریز ہوتا رہے۔

اے میرے خدا تو بھی بڑا رحیم و کریم ہے کہ تیرا کوئی ثانی نہیں ہے۔کہ تو نے اتنے بڑے رحیم و کریم آقا علیہ السلام کو ہماری رہنمائی کے لیے بھیجا اور درود ہوں حضور علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کی آل پاک پر ازواج مطہرات پر اور تمام صحابہ پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ہمیشہ ہمیشہ سب پر درود سلام بھیجتا رہے۔ اور ہمیں قیامت کو حضور علیہ السلام کے جھنڈے تلے رکھے۔

اللھم اغفر جمیع امت محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم

اللھم احفظ جمیع امت محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم

اللھم النصر جمیع امت محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم

وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہٖ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولانا محمد اجمعین برحمتك یا ارحم الرَّحمین ابداً ابدا برحمتك یا ارحم الرحمین یا ارحم الرحمین یا ارحم الرحمین

احقر الحبار خاک پائے اولیاء غبار مدینہ طیبہ نثار النبی بن محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ

☆☆☆